لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۵ | ۲۵ جنوری ۱۹۸۸ء مطابق ۵ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ | شمارہ ۶

اداریہ

شمس الحق ندوی

سماج کی جلد خبر لیجئے

ہندوستان میں ہم جن حالات سے گذر رہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں علاقائیت، طبقہ واریت، قومی اونچ نیچ، مذہبی و لسانی تعصب، سیاسی پارٹیوں کی باہمی کشاکش، اور جمہوریت کے نام پر ملکی قانون ونظام میں ایسی کمزوری وڈھیلا پن کہ ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک، طلبہ سے لے کر اساتذہ تک، جاروب کشوں سے لے کر سکریٹریٹ کے ملازمین اور ڈاکٹروں وانجینیروں، فوج و پولیس کو چھوڑ کر باقی تمام سرکاری وغیر سرکاری محکموں میں اسٹرائک اور حقوق طلبی کا ایسا چلن ہوگیا ہے کہ ادائگی حقوق کا کسی کو ہوش نہیں ہر شخص اپنا حق مانگ رہا ہے اور اس پر کیا حق و ذمہ داری ہے اسکی بازپرس کوئی نہیں کرسکتا، اسلئے کہ انہوں نے جمہوریت کا مطلب یہی سمجھا ہے کہ ہر ایک کو نعرہ لگانے کا، شور وشر کے ذریعہ اپنا مطالبہ منوانے کا حق حاصل ہے، اس پر پابندی لگانا، کام پر ڈٹ ڈانٹا، ڈیوٹی کرنے پر مجبور کرنا جمہوریت کے عین خلاف ہے حالانکہ جمہوریت کا یہ تصور سراسر غلط ہے، جمہوریت کا مطلب تو یہ ہے کہ کسی کا حق مارے اور نقصان پہنچائے بغیر اپنا حق حاصل کیا جائے اعلیٰ ادنیٰ سب کو ان کے حقوق ملیں، نہ یہ کہ ملکی قانون میں ایسی کمزوری اور ناہمواری ہو کہ ہر ایک من مانی کرنے لگے۔

ہر محکمہ کے ملازمین کی یونین بن جائے، یونین جو مطالبہ شروع کردے دیر سویر حکومت کو اس کے سامنے جھکنا پڑے نہ جھکے تو اگلے الکشن میں ووٹ خطرہ میں نظر آئیں، یا کم از کم یہ کہ حکومت کو بدنام کرنے کے لئے ایسے ہتھکنڈے شروع کردیئے جائیں جس سے حکومت کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک زور پکڑ سکے اور ملک میں ایسی فضا بنادی جائے جس سے حکومت کو مستعفی ہونا پڑ جائے۔ لہذا حکومت کو دیر سویر جھکنا ہی پڑتا ہے۔ اگر جمہوریت کا یہی مفہوم ہے تو ملک کا نظام کیسے چل سکتا ہے۔ تحریک چلانے والے لوگ لوٹ مار شروع کردیں سرکاری وغیر سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے لگیں دوکانوں کو آگ لگائیں بسوں کو جلائیں، مگر حکومت کوئی ایسا اقدام نہیں کرسکتی جو آئندہ ایسا کرنے سے روک سکے۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ملک کا نظام نہایت ڈھیلا ہوچکا ہے، اور ہر چیز قابو سے باہر ہوتی جارہی ہے۔ کسی بھی تحریک واسٹرائک کے سامنے حکومت بے بس ہوتی ہے، اور مطالبہ ماننے کے بعد مہنگائی وار قیمت بڑھ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ریلوے ملازمین کی اسٹرائک ہوئی تو مطالبہ منظور کرنے کے بعد کچھ ہی عرصہ گذرے گا کہ کرایہ میں اضافہ ہوجائے گا۔ یہی دوسرے محکموں کا حال ہوتا ہے۔

حکومت کے پاس کوئی ایسا مضبوط وٹھوس قانون نہیں جس کی بنیاد پر ملازمین کو کام کرنے پر مجبور کیا جاسکے اس کی وجہ یہ ہے کہ جمہوریت کو غلط معنی پہنادیئے گئے۔ جمہوریت کی آڑ لے کر خود غرضی ومفاد پرستی کو کھلی چھوٹ دیدی گئی ہے۔ اس ناقص وخود غرضانہ جمہوریت کے جو نتائج سامنے آرہے ہیں اس سے ہر خاص وعام واقف ہے اور نہ صرف واقف ہے، بلکہ اس کی سزا بھگت رہا ہے۔ لازمی نتیجہ کے طور پر قتل وخونریزی، لوٹ مار، سرکاری محکموں میں چوری کی شرح بڑھتی جارہی ہے۔ مگر ہمارے ناقص جمہوری قانون میں اس کی طاقت نہیں کہ وہ اس پر کنٹرول کرسکے، مجرم کسی وزیر یا ممبر پارلیمنٹ کا رشتہ دار ہوتا ہے یہ نہیں تو اس کے دوست کا لڑکا یا اس کی پارٹی کا کارکن ہوتا ہے۔ بہرحال وہ اپنی جان بخشی یا فرد جرم سے بچنے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ضرور رکھتا ہے۔ اگر کوئی ذریعہ نہیں تو اس کی سب سے بڑی سفارشی رشوت ہوتی ہے جس کی سفارش کو مقبولیت عام حاصل ہے کس کا دل گردہ ہے جو اس کی سفارش کو ٹھکرادے۔

نگران اعلیٰ
مولانا ابوالعرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

خط وکتابت کا پتہ
منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ بکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ
انڈیا

زر تعاون

سالانہ : پینتیس ۳۵ روپے
ششماہی : پچیس ۲۵ روپے
فی پرچہ : ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، جلد ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک : ۲۰ ڈالر
افریقی ممالک : ۲۰ ڈالر
یورپ وامریکہ : ۲۰ ڈالر

نوٹ
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ لہذا آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس ۳۵ روپے ارسال فرمائیے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں

حلاوت قرآن

• — بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله، وصلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

اما بعد فقد قال الله تعالى
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ
اے ایمان والو! اللہ سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ اور بجز اسلام کے اور کسی حال میں جان مت دینا۔

یہ قرآن مجید اور فرقان حمید کی ایک مبارک آیت ہے جو آپ کے سامنے تلاوت کی گئی۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ایسی مجلس اور محفل میں آئیں جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہو، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہو، اللہ والوں کا ذکر ہوتا ہو یہ ذکر دل کی دوا اور روح کی شفا ہے ہمارے قلوب مریض ہیں اور علماء ربانی اللہ والے طبیب روحانی ہیں، روح کا علاج کرتے ہیں۔ دل کے امراض کی دوا دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا جہان کی ہدایت کے لیے اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا یہ کتنی بڑی دولت اور کتنی بڑی نعمت ہے، اور پھر اپنے محبوب پر اپنی مقدس کتاب کو نازل فرمایا جو اللہ کی آخری کتاب ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لیے نبی بن کر آئے ہیں، اب کوئی نبی نہ آئے گا، آپ خاتم النبیین ہیں۔ اسی طرح قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور آخری پیغام ہے۔ دل کی دوا ہے اور روح کی شفا ہے۔

وہ لوگ جو فاقہ کرتے تھے، پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، کھجور کی چٹائی پر لیٹتے تھے۔ نہ ان کے پاس محل ومکان تھا نہ وہ کوٹھیاں تھیں، مگر ان کے پاس سب سے بڑی دولت اللہ کی توحید تھی، وہ حضرات اللہ کی توحید میں ثابت قدم تھے، اللہ کی محبت سے سرشار تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سب کچھ قربان کرنے والے تھے۔

یاد رکھیے! سب سے بڑی دولت اور بڑی نعمت یہ ہے کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی سیرت پاک ہے۔ اسی پر فلاح کا وعدہ ہے اسی میں بھلائی پوشیدہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کو تبدیل کریں، ذرا فکر سے کام لیں، قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں، قرآن کی تعلیمات پر عمل کریں، یہ اللہ کی کتاب ہے، ابھی ایک جگہ میں سن رہا تھا کوئی قاری صاحب اس آیت کو تلاوت کررہے تھے:
لَوْ أَنْزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (پ ۲۸)
اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔

بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ پہاڑ تو لرز جائے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے اور ہمارے قلوب اس کتاب سے متأثر نہ ہوں۔ یہ وہی کتاب ہے جس کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب خود تلاوت فرماتے تھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب اس مقدس کتاب کی تلاوت کرتے تھے تو ان کی عجیب کیفیت ہوتی تھی، کوئی رونے لگتا، کسی کی ہچکی بندھ جاتی اور بسا اوقات بے ہوش تک ہوجاتے تھے۔ آپ جانتے ہیں کیا بات تھی؟ ان کے قلوب میں اللہ کی محبت ان کے دلوں میں اللہ کی عظمت، ان کے نفوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ومحبت گھر کیے ہوئے تھے۔ وہ اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ اور اللہ کی محبت میں سب کچھ قربان کردینے والے اور جان کی بازی لگادینے والے تھے۔

سچا عشق اور سچی محبت اگر دیکھنا ہو تو صحابہؓ کو دیکھ لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ان کا کیا حال تھا اس کو ہمارے ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

بیچ میں شمع تھی اور چاروں طرف پروانے
ہر کوئی اس کے لیے جان جلانے والا

جس طرح شمع پر پروانے جان قربان کرتے ہیں اسی طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جان قربان کرتے تھے۔ بلکہ جان کو، مال کو، اولاد کو، عیش وراحت کو، عزت وآبرو کو، سب کو قربان کرتے تھے اور اسی کی برکت ہے کہ آج ہم بھی مسلمان ہیں اور کلمہ پڑھ رہے ہیں لا اله الا الله محمد رسول الله اللہ تعالیٰ اپنی اس مقدس کتاب کے اندر فرماتے ہیں:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے کسی اور حالت میں جان مت دینا۔

ہمارے اکابر اور اسلاف جب اس آیت کی تلاوت کرتے تھے تو ان کا عجیب حال ہوجاتا تھا۔ کتابوں میں ایسے واقعات اسی لیے لکھے گئے ہیں کہ ہم لوگ اس سے سبق حاصل کریں اور جو محبت ان حضرات کو حاصل تھی اس کا ایک ذرہ بھی اگر ہم پالیں تو بڑی دولت ہے۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں ان کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ اپنے مکان کی چھت پر تلاوت کررہے تھے، قیامت کا ذکر آگیا تو ان کی عجیب کیفیت ہوگئی اور ایسا حال طاری ہوا کہ حواس بجا نہ رہے اور چھت سے نیچے گر پڑے۔ تھوڑی دیر میں جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کیا بات تھی تو فرمایا مجھ سے کچھ نہ پوچھو کتاب اللہ کی تلاوت کررہا تھا اس میں قیامت کا ذکر آگیا اسی کے خوف سے میری کیفیت ہوگئی ـــ سبحان اللہ ان کے خوف کی یہ حالت تھی۔

ایک اور بزرگ اپنے مریدین کے ساتھ کہیں جارہے تھے، ایک جنگل سے گذر ہوا اس میں ایک درخت کے نیچے پہنچے تو ٹھنڈی سانس لی اور سردی کا زمانہ ہونے کے باوجود ان کی یہ حالت ہوئی کہ پسینہ جاری ہوگیا، غش کھاکر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ حضرت، آپ کی یکایک کیا کیفیت ہوگئی تھی، فرمایا کہ مجھ سے کچھ نہ پوچھو، اب سے بہت پہلے جوانی کی حالت میں اسی مقام پر میں نے اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی تھی آج ضعیفی میں وہ یاد آگئی تو اللہ کے خوف سے میری یہ کیفیت ہوگئی۔

ہمارے اکابر واسلاف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے تھے۔ اللہ کا خوف جس دل میں ہوتا ہے وہ اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا ہے۔ اللہ کے راضی کرنے کی فکر رکھتا ہے۔ یاد رکھیے! ہم نے دنیا کو راضی کیا تو کیا حاصل؟ ہم کو تو اللہ کو راضی کرنے کی فکر چاہیے۔ کیونکہ جس نے اللہ کو راضی کرلیا اس نے سب کچھ پالیا، اس کے لیے دنیا میں بھی کامیابی اور آخرت میں بھی فلاح، جنت بھی اس کے لیے اور اللہ کا قرب اور اس کی رضا بھی اس کے لیے ہے۔

ہم سوچیں کہ دنیا میں ہم کیوں آئے ہیں اور ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ دنیا کے افکار وخیالات میں ہم رات دن ڈوبے ہیں لیکن ہمارے دل اس فکر سے بالکل خالی ہوگئے ہیں کہ ہمیں مرکر اللہ کے سامنے جانا ہے اور قیامت آئے گی۔ اس دن اس زندگی کا جواب دینا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس کا حکم دیا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائیں۔ اور اللہ کی ذات وصفات اور اللہ کے فرشتوں پر ایمان لائیں، اسی طرح اسلام کا بہت بڑا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہم قیامت پر ایمان لائیں اور اس بات پر ایمان لائیں کہ ہم کو مرکر دوبارہ زندہ ہونا ہے اور اللہ کے سامنے جانا ہے اور زندگی کا حساب دینا ہے۔ اس کو اگر ہم بھلادیں گے تو ہم غافل ہوجائیں گے اور نافرمان ہوجائیں گے اور بالکل آزاد ہوجائیں گے ہم سب اللہ کے بندے اور اس کے غلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بندگی ہی کے لیے پیدا فرمایا ہے، ارشاد فرماتے ہیں۔
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ یعنی ہم نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا تاکہ وہ میری عبادت کریں۔ لیعبدون کی تفسیر میں لیعرفون منقول ہے یعنی جن وانس کو اس لیے پیدا کیا تاکہ وہ ہم کو پہنچانیں۔

(باقی آئندہ)

وہ جوئے خوں جو بہائی گئی ہے قسطوں میں

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی

دلوں پہ سب کے بٹھائی گئی ہے قسطوں میں
وہ داستاں جو سنائی گئی ہے قسطوں میں
وبائے فتنہ وغارت گری وجاں شکنی
ہمارے شہر میں لائی گئی ہے قسطوں میں
کبھی یہاں کبھی اس شہر میں، کبھی کہیں اور!
سروں کی فصل کٹائی گئی ہے قسطوں میں
نگل نہ لے ہمیں اک اک بہانے والے کو
وہ جوئے خوں جو بہائی گئی ہے قسطوں میں
وہ لاش دوستو پہلے ہی پارہ پارہ تھی!
صلیب پر جو سجائی گئی ہے قسطوں میں
ہمیں نے لکھی تھی جاں سے گذر کے وہ تحریر
جو حرف حرف مٹائی گئی ہے قسطوں میں
غم حیات کا خوگر ہمیں بنانے کو
شراب کرب پلائی گئی ہے قسطوں میں
طفیل یہ کئی نسلوں کا کارنامہ ہے
فصیل شہر اٹھائی گئی ہے قسطوں میں

اس کے بعد اب اگر آپ روز چار چھ قتل اور کچھ لاوارث لاشوں کے ملنے کی خبریں پڑھیں کسی گاؤں میں اجتماعی قتل کی خبر سنیں پھر اسکے جواب الجواب کی بھی خبریں کانوں میں پڑیں تو تعجب کیوں ہو۔ بات اتنی بڑھے کہ پولیس کے کچھ نوجوان اغوا کرکے قتل کر دیئے جائیں ایک دو نہیں درجن کے قریب بڑے افسران کو اغوا کرکے اپنا مطالبہ منوایا جائے۔

ایسا کیوں ہو رہا ہے، ملک کے حالات دن بدن بد سے بدتر کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کے سبب لاقانونیت کا دور دورہ ہوتا جا رہا ہے؟ اگر خود غرضی ومفاد پرستی، مال ودولت کی حد سے بڑھی ہوئی ہوس کے پھندوں سے آزاد ہو کر سوچنے اور غور کرنے کی فرصت ملے تو محسوس ہوگا کہ جمہوریت کے الفاظ تو بار بار دہرائے جاتے ہیں۔ مگر انسانیت مردہ ہو چکی ہے، انسانیت جو انسان کو انسان سے محبت کرنا سکھاتی ہے۔ انسان کے دکھ درد میں شریک ہونے کا جذبہ پیدا کرتی ہے اپنے فرائض وذمہ داریوں کو ادا کرنے کے احساس کو جگاتی اور بیدار کرتی ہے۔ کسی دکھی انسان کو دیکھ کر آنکھوں کو نمناک بناتی ہے۔ دل کے اندر بے کلی و بے قراری پیدا کرتی ہے۔ آج اگر انسانیت زندہ ہوتی تو جمہوریت کی ایسی درگت نہ بنتی انسان انسان کا گلا کاٹتا اپنے ہی حق کو یاد رکھتا اور دوسروں کے حقوق نہ بھول جاتا اس کی ساری ذہانت وتوانائی اور علم وواقفیت مال ودولت کے جمع کرنے میں اس کو اتنا دیوانہ نہ بنا دیتی کہ اپنے ایک بالشت کے پیٹ کو بھرنے کے لئے دوسرے اپنے ہی جیسے انسانوں کا پیٹ بلکہ گلا کاٹتا اور زندگی کے ہر شعبہ میں سماج وسوسائٹی کی ہر رگ میں اخلاقی گراوٹ ظلم وناانصافی اس طرح نہ رچ بس جاتی کہ پورا ملک ایک شکارگاہ میں تبدیل ہو جاتا جہاں انسان انسانوں کا شکار کھیل رہا ہے اس کو انسانوں کو مار کر وہ خوشی ہوتی ہے جو کسی موذی جانور کو مار کر نہیں ہوتی۔

ہمارے ملک میں جانوروں اور پرندوں کے شکار پر تو پابندی ہے۔ لیکن انسانوں کے شکار کی کھلی چھوٹ ہے، زور وزبردستی اور لوگوں کے حقوق تلف کرنے کی کھلی چھوٹ ہے اور ہم کو اس پر ناز ہے کہ ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے یہاں ہر شخص آزاد ہے۔ جمہوریت کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ ہر شخص من مانی کرے کیا ہمارے ملک کا فوجی قانون غیر جمہوری ہے۔؟!

جہاں ہمارے ملک کے نظام چلانے کا ایک کمزور قانون ہے وہیں ہمارے ملک کا ایک فوجی قانون بھی تو ہے جو ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ قانونی گرفت مضبوط ہو تو نظام قابو سے باہر نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی فوجی محاذ جنگ سے بھاگ رہا ہو یا لڑنے سے انکار کر رہا ہو تو کیا اس کو کورٹ مارشل کر دینے کا قانون نہیں ہے اور اگر ایسے کچھ فوجیوں کو کورٹ مارشل کر دیا جائے تو فوج کو اسٹرائک کی اجازت مل سکتی ہے فوجی قانون میں اس کی کوئی گنجائش ہے؟! اور اگر یہ گنجائش پیدا کر دی جائے تو کیا دشمنوں سے ملک کو محفوظ رکھا جا سکتا؟ کیا کچھ باغی فوجیوں کو کورٹ مارشل کر دینا ظلم کہلائے گا؟! جواب نہیں میں ہوگا کہ نہیں اگر ان فوجیوں کو معاف کر دیا جائے تو پورا فوجی نظام بگڑ جائے گا اور چند کی معافی پورے ملک کو خطرہ میں ڈال دے گی۔

پھر اگر ملک کی سلامتی اور اہل ملک کے امن وامان اور جان مال کی حفاظت کے لئے کچھ ایسے اصول وضابطے بنائے جائیں جن میں عبرتناک سزائیں ہوں اور یہ سزائیں ظلم وجور کے دروازے بند کر دیں تو ان قانونوں کو ظالمانہ اور غیر جمہوری قانون کہا جائے گا؟

اسلامی قانون میں اسی لئے عبرتناک سزائیں رکھی گئی ہیں کہ کچھ کو سزا دینے سے لاکھوں کے جان ومال محفوظ ہو جاتے ہیں۔ چند چوروں کا ہاتھ کاٹنے سے چوری کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کچھ قاتلوں کو قصاص میں قتل کر دینے سے قتل وغارت گری کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں اسی کو قرآن کریم نے اپنے معجزانہ اسلوب بیان میں اس طرح بیان کیا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ۔

اور اے اہل عقل (حکم) قصاص (تمہاری) زندگانی ہے کہ تم (قتل وخونریزی سے) بچو

اسلامی اصول وضوابط کا ہلکا سا پرتو حکومت سعودیہ میں پایا جاتا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ لوگ سونے کی دوکانوں پر چادر ڈال کر نماز کو چلے جاتے ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ چوری کر سکے اگر کبھی کوئی ایسا مجرم پکڑا جاتا ہے تو وہ غیر سعودی نکلتا ہے۔

کیا ہمارے ملک کا بگڑتا ہوا ڈھانچہ ملک کے پڑھے لکھے اور دانشور طبقہ کو اس بات کی آواز نہیں دے رہا ہے کہ وہ انسانیت کو زندہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ بلا تفریق مذہب وملت ملک کے باشندوں کو یہ بتائیں کہ انسان سب کے سب ایک ہی ماں باپ آدم وحوا کی اولاد ہیں عزت وآبرو جان ومال کی حفاظت اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی وخوش خلقی کا سلوک سب کا یکساں حق ہے، اگر ملک میں کچھ ایسے سرپھروں کی جماعت وجود میں نہیں آتی جو انسانیت کو زندہ کرنے کی آواز بلند کرے۔ حق وصداقت کی صدائیں لگائے۔ لوگوں کو بتائے کہ بھائیو! تم جس راہ پر چل پڑے ہو وہ تباہی وبربادی کی راہ ہے بہیمیت ودرندگی کی اس راہ کو چھوڑ کر انسانیت کی راہ پر آجاؤ ورنہ سب کے سب تباہ ہو گے۔

اس وقت ہمارا سماج کتنا بگڑ چکا ہے صرف ایک دن کا اخبار پڑھ کر اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اگر اس بگڑے ہوئے سماج کو سنبھالنے کی فکر نہ کی گئی تو ہمارے دیش کے مستقبل کی تصویر اس سے کہیں بھیانک ہوگی۔ جو ہم اس وقت دیکھ رہے ہیں۔

ایک وقیع علمی ودینی ماہنامہ
ذکر وفکر (دہلی)
جو
پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، پروفیسر خلیق احمد نظامی اور پروفیسر عبداللہ عباس ندوی، کی ادارت میں ایک سال سے نکل رہا ہے
علمی مباحث، موضوعی نقد، تاریخی جائزے، عالم عربی اور عالم اسلام کے تازہ علمی وثقافتی حالات اور دینی مجلہ ہے
قیمت سالانہ پچاس روپئے
ملنے کا پتہ
Ct-1/278 Okhla P.O. Jamia Nagar
NEW DELHI 110025.

صحت مند معاشرہ کی زندگی کے تین ستون

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ط (النساء آیت ۱۱۴)

ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں اچھی نہیں، ہاں (اس شخص کی مشورت اچھی ہو سکتی ہے) جو خیرات یا نیک بات، یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے۔

حضرات!

آپ غور کریں گے تو یہ تین چیزیں ایسی ہیں، جن پر ایک صالح معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ یہ معاشرہ کے تین ستون ہیں، صدقہ جب تک کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ عملی ہمدردی نہ ہوگی، آدمی کی مدد کا جذبہ سینہ کے اندر کارفرما نہ ہوگا۔ اور وہ ایثار نہ کریگا، کوئی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا، او معروف معروف بھی قرآن مجید کا ایسا لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا یعنی معقول ومستحسن بات، جو چیز عرف میں داخل ہے، اور جسکو فطرت سلیم رکھنے والے سب بالاتفاق اچھا کہتے ہیں، اس کا جو حکم دے، اب ہر جگہ کا معروف الگ ہوگا، یہاں کا معروف یہاں کے لحاظ سے ہوگا۔ دوسرے مقام کا معروف وہاں کے لحاظ سے ہوگا۔

"معروف او اصلاح بین الناس" عام طور پر قبیلوں، خاندانوں میں "افساد ذات البین" کا منظر نظر آتا ہے۔ یعنی آپس کے تعلقات کشیدہ ہیں، بستی بستی گاؤں گاؤں، قصبے قصبے یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے، خاص طور پر جہاں شرفاء آباد ہیں، کسی دل سوختہ شاعر نے یہاں تک کہدیا کہ ؎

بہر جا جمع می آیند سادات
فسادات، فسادات، فسادات

اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جہاں سادات جمع ہوں، پھر ماشاء اللہ سادات ہی سادات ہیں، اور یوں بھی تشریح ہو سکتی ہے کہ پھر ناانصافیاں ہی ناانصافیاں اور جنگ وجدل ہی کا منظر نظر آئے گا۔

مولانا الیاس صاحب فرماتے تھے کہ جو رہیں آتا ہے، جہاں مایہ ہوتی ہے، تو جتنا اونچا ہوتا ہے، اسی پر شیطان حملہ کرتا ہے، تو یہ سادات، شیوخ صدیقی، فاروقی، انصاری، قریشی اور ان کی مختلف شاخیں عثمانی، علوی، عباسی جہاں ہوتے ہیں۔ ان میں شیطان بہت کامیاب ہو جاتا ہے اس لئے کہ ان کو ایک دوسرے سے مکدر کرنے اور شاکی بنانے کا کام دوسروں کے مقابلہ میں آسان ہوتا ہے، ان کی حیثیت عرفی بلند ہوتی ہے، کچھ ان کی توقعات ہوتی ہیں، کچھ ان کی عادتیں ہوتی ہیں، کچھ وہ اپنا حق سمجھتے ہیں، شیطان اسی راستہ سے آتا ہے، دیکھو فلاں نے تمہیں سلام ٹھیک سے نہیں کیا، وہ حقیر سمجھتے ہیں، مالی حالت کچھ کمزور ہو گئی ہے، اب وہ اس طرح جھک کر سلام نہیں کرتے، اب دل صاف نہیں ہے، ہمارے خاندان میں بھی ایسے جھگڑے ہو چکے ہیں کہ شادی بیاہ میں نہیں ملتے تھے، غمی میں ملتے تھے، یہ ایک ذرا سی شرافت کی بات تھی، بہت دنوں تک قصہ چلا پھر اللہ نے صلح ومحبت کی فضا پیدا کر دی، یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ یہ واقعی ہر جگہ مشترک ہیں، صدقہ، معروف، اصلاح بین الناس ہر مقام کو ان کی ضرورت ہے، جہاں صدقہ بند ہو جائے، محبت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، ہنس کر بولنا صدقہ ہے، میٹھی زبان رکھنا اور خوش کلامی بھی صدقہ ہے، اگر کسی کا کوڑا گر جائے، اور وہ سواری پر ہو تو اٹھا کر اس کو دے دینا بھی صدقہ ہے، راستے کا کانٹا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے، صدقہ کی سیکڑوں قسمیں ہیں، ایک صدقہ کہدیا اس لئے کہ یہ سب پر حاوی ہے، یعنی خیر سگالی کا جذبہ، خیر خواہی اور مدد کا جذبہ، اس کے بغیر کوئی معاشرہ، کوئی اجتماعی زندگی اول تو وجود میں نہیں آسکتی اور اگر آئے تو رہ نہیں سکتی اور پھر معروف "او اصلاح بین الناس" یہ قرآن ہی کہہ سکتا تھا، یہ آیت بھی معجزہ ہے۔ پورا تمدن انسانی، پورا معاشرۂ انسانی اسی پر قائم ہے، صدقہ معروف اصلاح بین الناس، آج ہر جگہ آپ دیکھیں گے کہ اس کے خلاف ہو رہا ہے، کہیں صدقہ کا دروازہ بند ہے، تو کہیں معروف کا دروازہ بند ہے، تو کہیں دونوں چیزیں ہیں، لیکن اصلاح بین الناس کا دروازہ بند ہے۔ بگاڑنے والے، لڑانے والے بہت ہیں اور ملانے والا ایک، مجھے الحمد للہ تجسس کی عادت نہیں کہ میں یہاں کے لوگوں سے پوچھتا کہ آپ کے یہاں کیا کمزوریاں ہیں، یا مجھے دل پذیر تقریر کرنا ہے، مجھے بتا دیجئے تاکہ نہیں دکھتی ہوئی رگوں پر انگلی رکھوں یہ طریقہ مصلحین کا بھی نہیں ہے، اور جو دین کا کام کریں، ان کا بھی نہیں ہے، ستر پردہ پوشی اللہ کی صفت اور مومن کے اخلاق ہیں، مجھے نہ تفصیل معلوم ہے، نہ اجمالی طور پر کچھ علم ہے لیکن ہر بستی میں اسی کا اندیشہ ہوتا ہے، کئی مقامات پر اسی کی طرف توجہ دلائی، آج یہاں بھی یہی کہتا ہوں کہ ان تین چیزوں کا خیال رکھئے صدقہ معروف، اصلاح بین الناس۔

چوتھی شرط اللہ نے یہ لگائی ہے، اس کار خیر میں نیت ہونی چاہیئے۔ رضائے الٰہی کی "وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ" ایک اچھا عمل، سیاسی اغراض سے بھی ہو سکتا ہے تمدنی اور مادی اغراض سے بھی ہو سکتا ہے، یہ سب اغراض ہیں لیکن یہاں اللہ نے فیصلہ کر دیا "وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا" جو اللہ کی رضا کیلئے کام کرے اس میں ثواب ہے یہ نہیں کہ صاحب ہم کریں گے تو وہ بھی کریں گے۔ اور اچھا ہے کہ اچھی زندگی گذرے گی۔ یہ نہیں، بلکہ خالص اللہ کی رضا کے لئے۔

آپ لوگوں کو شکر کرنا چاہیئے کہ الحمد للہ یہاں ابھی تک مسجدیں قائم ہیں اور یہاں تبلیغی جماعتیں بھی آتی ہوں گی۔ اور یہاں سے لوگ بھی نکلتے ہیں

مکاتب کا نظام

اپنے یہاں بچوں کی تعلیم کا بھی انتظام کریں، ہر مسجد کے ساتھ مکتب ہونا چاہیئے، ہمارے بچپن میں بڑا اچھا رواج تھا کہ گھروں میں بیبیاں پڑھاتی تھیں بڑی بوڑھیاں یا بیوہ عورتیں جو پڑھی لکھی ہوتی تھیں، محلہ محلہ اس کا رواج تھا بڑا فائدہ پہونچتا تھا اکثر بچیاں آتی تھیں اور بچے بھی آتے تھے، اس کو بھی زندہ کیجئے اور باہر کی دنیا سے کٹئے نہیں، بزرگوں سے تعلق رکھئے۔ علماء کے گھروں میں جایئے، مدرسوں میں جایئے، اب اگر یہ بچے ہمارے یہاں ندوہ میں نہ جاتے تو کیا معلوم کیا بنتے۔ لیکن اگر یہ سلسلہ بند ہو جائے اور اپنے اس خول میں آپ بند ہو کر رہ جائیں پھر ترقی نہیں ہو سکتی، ترقی اسی طرح ہوتی ہے کہ باہر سے روشنی، طاقت اور رہنمائی حاصل کی جائے۔

میں زیادہ طول دینا نہیں چاہتا آپ حضرات کی محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جو کچھ کہا گیا اس کے مؤاخذہ سے ہم لوگوں کو بچائے ہم پر اس کی ذمہ داری نہ آئے، اور قیامت میں آپ لوگوں کے سامنے ہم سب لوگوں کو جن کا تعارف کرایا گیا شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (تحفۂ دین ودانش)

مستند اذکار ودعاؤں کا انمول تحفہ
مسنون دعائیں
مرتبہ: حفیظ الرحمن اعظمی ندوی
اس مختصر سی لیکن محقق ومستند کتاب میں انسانی زندگی کے اہم پہلوؤں سے متعلق دعائیں، حدیث کی کتابوں سے انتخاب کرکے سلیس اردو ترجمہ کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں، اس کتاب کو جلیل القدر علماء وموقر اخبارات ورسائل نے سراہا ہے۔ اعلیٰ کتابت۔ آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت۔ قیمت صرف تین روپئے۔
ناشر
دارالکتاب الاسلامی ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ یوپی
ملنے کا پتہ
انجمن فاروقیہ، ابراہیم پور پوسٹ دیوگاؤں تارن ضلع اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۲۰۲

اسناد اور درسگاہوں کی اصطلاحیں

ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی

مدرسہ ایک قدیم اصطلاح تھی، دانش کدہ اور تعلیم گاہوں کے لیے۔ دنیا کی قدیم درسگاہ اسلامی علوم کے لیے جامعہ زیتونہ ہے جس کا قدیم نام مدرسہ ہی تھا، اسی طرح الازہر شریف ایک مسجد کا نام ہے اور مسجد کو عربی میں جامع کہتے ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے اخیر میں اس مسجد کے مدرسہ کو یونیورسٹی کی شکل دی گئی اس وقت سے جامع جامعہ ہوگیا، مدرسہ نظامیہ بغداد، مدرسہ متوکلیہ دمشق، مدرسہ ظاہریہ حلب، مدرسہ ناصریہ مراکش، مدرسہ نظامیہ فرنگی محل یہ سب مدرسے تھے، جہاں سے علم وفن کے قابل اعتبار اور قابل حجت علماء نکلے، ہندوستان میں بھی سرسید نے اس درس گاہ کا نام جو اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہے، مدرسۃ العلوم ہی تجویز فرمایا تھا، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دیوبند میں جس درسگاہ کی بناڈالی وہ بھی مدرسے کے نام سے موسوم تھی۔ غرض مدرسہ جس کی اصطلاح اب ختم ہوتی جارہی ہے، اور اس کی جگہ جامعہ کا لفظ استعمال کیا جانے لگا ہے، کوئی معمولی چیز نہ تھی، اکثر سوال کیا جاتا ہے کہ جامعہ جو ہندوستان کے عربی اور اسلامی مدرسوں کا عمومی لقب بن گیا ہے، اس میں اور ان عصری دانش گاہوں میں جن کو یونیورسٹی کہا جاتا ہے اس کا ترجمہ بھی جامعہ ہی کیا جاتا ہے، جامعہ لکھنؤ اور جامعہ...... میں کیا فرق؟ یہ سوال میرے لیے اس وقت بھی الجھن کا باعث ہوتا تھا جب عرب ممالک میں اسناد کے معادلہ کی بات ہوتی اور لوگوں کو جامعہ علی گڑھ اور کسی عربی مدرسہ کے درمیان فرق کرکے بتانا ہوتا، عام طور پر یہ سمجھا جاتا کہ حکومت وقت کی سرکردگی میں چلنے والے ادارے یونیورسٹی یا جامعہ عصریہ یا حکومیہ کہہ کر ممتاز کیے جاتے اور مدارس اسلامیہ جنھوں نے اپنے آپ کو مدرسہ کے بجائے جامعہ کہلانا پسند کیا ہے، ان کو شعبیہ، اہلیہ کہہ کر جان چھڑائی جاتی۔ زبان میں ہمیشہ وسعت ہوتی رہتی ہے۔ اصطلاحات بدلتی رہتی ہیں۔ اس لیے اگر اہل مدارس اپنی درسگاہوں کو جامعہ کہیں تو اس میں کوئی لسانی خرابی، یا قانونی قباحت نہیں اصطلاحات میں توسع ضرب المثل ہے، لیکن ان حضرات کے لیے جن کے ذہن میں ان اسماء اور مسمیات کا فرق نہیں ہے ان کے لیے تعریفی اصطلاحات کے طور پر حسب ذیل تشریحات انشاء اللہ مفید ہوں گی:

(۱) — یونیورسٹی یا اس کا ترجمہ جامعہ اس ادارہ کو کہتے ہیں جو مختلف کالجوں کا جامع ہو اور ہر کالج اپنی جگہ پر ایک اکائی ہو جس کا انتظامیہ تعطیلات کا نظم، تعلیم کے اوقات، کسی کے پابند نہ ہوں، طلبہ کا یونیفارم بھی مختلف ہوتا ہے۔ اور یہ سب اپنی ڈگریاں جس ادارہ سے حاصل کرتے ہیں اس کو یونیورسٹی کہتے ہیں۔ اگر کسی خاص فن کی تعلیم کا ادارہ ہے تو اس کو انسٹی ٹیوٹ (Institute) کہا جاتا ہے جس کا ترجمہ بلا سبب معہد کیا جارہا ہے۔

(۲) — اسکول ہندوستان میں ثانوی مدرسے یا اس سے نیچے پرائمری درجات کی تعلیم گاہ کو کہتے ہیں۔ اس کا ربط جامعہ سے نہیں ہوتا۔ ان اسکولوں سے نکلنے والے طلباء اعلیٰ تعلیم کے لیے جب کسی کالج کا رخ کرتے ہیں تو ان کا وہ کالج کسی یونیورسٹی سے مربوط ہوتا ہے۔ یورپ میں اسکول بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ انسٹی ٹیوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کی تقسیم اس طرح ہوتی ہے کہ اگر فن یا ایک صنعت کے لیے انسٹی ٹیوٹ ہے تو اسکول ایک شعبے سے متعلق مضامین پڑھانے اور اس پر ریسرچ کرنے کے انتظام کرتا ہے۔ جیسے لندن یونیورسٹی میں (School of Oriental and African Studies) ہے، جس میں مشرقی ممالک کی زبانیں، مذاہب کلچر وغیرہ کی تعلیم بھی ہوتی ہے اور اس پر ریسرچ کرکے اسی اسکول کے راستے لوگ ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرتے ہیں۔ جس پر مہر بہرحال "جامعہ لندن" ہی کی ہوتی ہے۔ اسی طرح ہارورڈ یونیورسٹی کیلیفورنیا یونیورسٹی میں ترتیب یہ ہے کہ انسٹی ٹیوٹ سے فارغ ہونے والے ڈپلوما پاتے ہیں اور اسکول سے نکلنے والے اعلیٰ ڈگریاں اپنی متعلقہ یونیورسٹی سے پاتے ہیں یہ انسٹی یونیورسٹیاں، یوکے کالج سب ایک ہی کیمپس میں ہیں وہاں کالجوں کے بجائے فیکلٹی Faculty کی اصطلاح ہے، اگر یہی فیکلٹی کسی دوسرے شہر میں ہو یا یونیورسٹی کے انتظامیہ سے براہ راست متعلق نہ ہو تو وہ کالج کہے جائیں گے۔ تعلیم کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ بچہ پانچ سال کی عمر میں مدرسہ جانا شروع کرتا ہے۔ اس سے کچھ کم عمر کے بچے صنعتی ملکوں میں کنگ گارڈن، نرسری اسکول وغیرہ میں رکھے جاتے ہیں۔ ابتدائی کے عموماً چھ سال ہوتے ہیں جس کے مختلف ملکوں میں مختلف نام ہیں، گیارہ سال کی عمر کے بعد لڑکا مزید چھ سال ثانوی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ اس کو کالج میں داخل ہونے کے لائق بن جانے کی سرٹیفکٹ دی جاتی ہے۔ ہندوستان میں پہلے ثانوی اسکول کی اختتامی سرٹیفکٹ کو انٹرنس سرٹیفکٹ کہا جاتا تھا یعنی اب وہ کالج میں داخل ہوگیا۔ کالج میں مضامین زیادہ سے زیادہ چھ اور کم سے کم چار ہوتے ہیں جس میں مقامی (ورناکولر) اور سرکاری زبان بھی داخل ہے۔ اسی چار سالہ مرحلہ کو پاس کرنے والے فارغ التحصیل سمجھے جاتے ہیں۔ ان کو جو ڈگری دی جاتی ہے اس کو بیچلر کہا جاتا ہے۔ اس کا لفظی معنیٰ صرف کنوارا ہونے کے نہیں ہے، بلکہ پختہ کار مرد بالغ العمر جوان کے بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک تعلیم یافتہ شہری ہونے کے لحاظ سے ہر قسم کی ذمہ داری قبول کرسکتا ہے۔ فرنچ میں اس کو "بکالیوریس" کہتے ہیں۔ پھر جب سے ادبیات اور سائنس کی تعلیم میں وسعت ہوتی تو ادبیات کے فارغ کو لیسانس (یا انگریزی میں بی اے کہنے لگے) اور سائنس کے لائن سے نکلنے والوں کو بکالیورس اور انگریزی میں بی اے سی کہا جانے لگا۔

اس مرحلہ کے بعد کسی ایک خاص موضوع پر کوئی شخص ماہرانہ دسترس حاصل کرنا چاہے تو اگر وہ اپنی صلاحیت کے اظہار مقالہ کے ذریعہ کرے تو ماسٹر آف فلاسفی (ایم فل) کی ڈگری پاتا ہے۔ اور اگر زبانی اور تحریری امتحان دے کر اپنا حق تسلیم کرائے تو اس کو ماسٹر آف آرٹ (M.A.) یا ماسٹر آف سائنس (Msc, ایم ایس سی) کا درجہ ملے گا۔ ہندوستان میں ایم اے کے بعد ایم فل کرایا جاتا ہے، جیسے یورپ کی یونیورسٹیز میں ایم اے کے بعد اس فن میں ڈپلوما کراتے ہیں۔ ہر جگہ کا اپنا علیحدہ پروگرام ہے کہیں بی اے آنرس کے بعد ہی اجازت دی جاتی ہے۔ اس مرحلہ کے ساتھ یا اس کے بعد اور کبھی کبھی اس سے پہلے بھی کسی ایک فن کے کسی خاص نقطہ پر کوئی ایسی تحقیق کرے جس کو یہ کہا جائے کہ اس نے اس فن میں اضافہ کیا تو اس کو ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری ملتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے فن کے کسی خاص گوشہ کی فلاسفی میں کسی اضافہ کا باعث ہوا ہے۔ Ph.D. کا مطلب ہے "To produce something new certain acedemic field ."

اہل ایران ڈاکٹر کا ترجمہ "علیم" کرتے ہیں، اصطلاح کی بات اور ہے۔ درحقیقت یہ کوئی ترجمہ نہیں ہوا۔ عربوں نے اس کا کوئی بدل تلاش نہیں کیا اور نہ مشرقی زبانوں میں کوئی مناسب لفظ سنا گیا۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ ہمارے اہل مدارس اب مدرسہ کے لفظ کو کثرت سے ترک کررہے ہیں اور اپنی درسگاہوں کو جامعہ کہلانا پسند کرتے ہیں۔ اصطلاح کی حد تک ان کا حق ہے کہ جو لفظ بھی چاہیں اور جو نام بھی چاہیں رکھ لیں، لیکن فنی لحاظ سے یہ سمجھنا چاہیے کہ مدرسے جہاں صرف دین اسلام کی تعلیم ہوتی ہے اور اس سے متعلقہ فنون پڑھائے جاتے ہیں، وہ انسٹی ٹیوٹ کہے جاسکتے ہیں اگر ان کے اندر ادب، قرآن حدیث، فقہ، منطق کی تعلیم کا انتظام ہے، جب بھی یہ سب اپنی جگہ پر اکائیاں نہیں ہیں بلکہ ایک دھاگے میں پروئی ہوئی موتیاں ہیں اور ایک انتظامیہ کے ماتحت ان تمام علوم کی تعلیم دی جاتی ہیں، صحیح تعریف کے لحاظ سے دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی جامعہ نہیں ہے اگرچہ اس کی پچاس شاخیں ہیں۔ لیکن جب تک کہ مختلف شاخوں میں مختلف علوم وفنون پڑھانے کا انتظام نہ ہو اور دوسری جگہ پڑھنے والے سند یہاں سے پاتے ہوں اس وقت اس کو جامعہ کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ ایک درجہ غلط العوام کی پیروی بلکہ ایک حد تک احساس کہتری کی دلیل بھی ہے۔ ندوہ کے لیے یہ بات قابل فخر ہے کہ ہندوستان میں دارالعلوم کا لفظ اسی نے سنہ ۱۹۱۱ء میں متعارف کرایا اور یہ لفظ بھی ایک وسیع انسٹی ٹیوٹ یا زیادہ سے زیادہ کالج کے ہم معنیٰ ہے۔ غالباً الأزہر اور جامعہ قاہرہ کے درمیان جو دارالعلوم ہے اور جہاں قرآن اور زبان کی تعلیم پر زیادہ اعتماد برتا جاتا تھا وہ یہاں کے بزرگوں کے پیش نظر ہوگا، لیکن ایک عجیب بات یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ لوگ مدرسہ کو تو چھوٹا اور حقیر سمجھ کر ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور اپنی درسگاہ کو مدرسہ کہنا شاید

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

تعمیری جدوجہد اور اسپورٹس

مولانا محمد واضح رشید ندوی ایڈیٹر "الرائد" واستاذ ادب عربی ۔ ترجمہ انکشاف احمد خاں

ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۸۷ء میں ایک ایسی تیز و تند لہر چلی جس نے برصغیر ہند کے شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس نے ذہنوں کو مشغول کردیا، ذہن و دماغ پر اسی کا خیال چھایا رہا، چھوٹے بڑے، بازاری و بلند مرتبہ پر فائز، تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ، دانشمند و غیر دانشمند، ادیب و فنکار، محنت کش و بے روزگار، زردار و نادار سب پر یکساں طور سے اس کا کچھ نہ کچھ اثر رہا، ذہن و دماغ پر تاثیر کا ایسا عام رنگ بہت ہی کم نظر آتا ہے، ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ اس سلسلہ میں اس کی معلومات دوسروں سے زائد ہوں، وہ آپسی مذاکرہ، تبادلۂ خیال اور ان واقعات کے نتائج پر تبصرہ کرنے کا خواہش مند تھا۔ بسا اوقات اہم ذمہ داریوں میں مشغول حضرات بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی اور دنیا میں ہیں۔ اگر آپ ان سے کھانے کے متعلق سوال کریں تو وہ کھیل کہیں، ہاں کہیں تو بال کہیں اگر امور زندگی کے متعلق کچھ دریافت کریں تو وہ ترکیبوں اور چالوں کا ذکر کریں جن کو ایک کھلاڑی بروئے کار لاتا ہے۔ گھر کے بارے میں سوال کریں تو اسٹیڈیم کے بارے میں جواب دیں، عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

فکل شیء رآہ ظنہ قدحا
وکل شخص رآہ ظنہ الساقی

ترجمہ: اس کو جو چیز بھی نظر آتی ہے جام ہی خیال کرتا ہے۔ اور جو انسان بھی نظر آتا ہے اس کو وہ ساقی ہی سمجھتا ہے۔ اس نفسیاتی کیفیت نے ایران عراق جنگ، جہاد افغانستان، خلیجی ممالک پر بمباری، گورباچوف کے وہ بیانات جن میں اس نے سابق سیاست پر حملے کیے، اور سابق حکمرانوں پر کٹرپن اور ظلم وتشدد، اور ملک کی پسماندگی کا الزام لگایا، اور اقتصادی پابندیوں میں تخفیف کا اعلان کیا تھا، اور چین میں، روایتی سیاست کے انحراف کی بنا پر پیش آنے والے واقعات سے بھی بے شمار افراد کو غافل کردیا تھا اس کھیل کے بہت سے دلدادہ حضرات کھانا پینا تک بھول گئے۔ اسلئے کہ میچ کے اتار چڑھاؤ نے کھانے پینے کی لذت کم کردی تھی۔

عالمی سطح پر ایسے انقلابات رونما ہوئے جن پر نہایت توجہ کی ضرورت تھی لیکن اس مدت میں انگلینڈ، آسٹریلیا، ویسٹ انڈیز، پاکستان و ہندستان، نیوزی لینڈ، سری لنکا اور زمبابوے کے درمیان ریلائنس ورلڈ کپ کے مقابلے ہی ہمہ وقت کا موضوع بنے رہے، خاص طور سے ہندوستان و پاکستان ان چیزوں کی آماجگاہ بنے رہے، یہ جنگ تقریباً ایک مہینہ سے زیادہ مدت پر محیط رہی اور اس نے ان ممالک کے لوگوں کی تمام تر توجہات کو اپنی جانب مبذول کرلیا۔ ایسا کہ جیسے دو ملکوں کے درمیان حقیقی جنگ میں ہوتا ہے۔ (خصوصاً پاکستان اور ہندوستان کے درمیان) جس میں بم راکٹ اور توپیں استعمال کی جاتی ہیں، ان مقابلوں نے لوگوں کے جذبات واحساسات بھڑکا دیئے اور لوگ مختلف گروپوں میں تقسیم ہوگئے، ان میں سے بعض کسی ٹیم کے حامی تھے تو بعض اس کے مخالف۔

یہ میچ براہ راست ٹیلی ویژن پر دکھائے گئے۔ ان کے لئے ریڈیو اسٹیشن نے اپنے قیمتی اوقات کا ایک بڑا حصہ وقف کردیا۔ اور قومی صحافت نے انکو اپنا محبوب موضوع بنالیا، چنانچہ ریڈیو و ٹیلی ویژن پر ان مقابلوں کے دوران اشتہارات کی خاطر ان لوگوں نے بے تحاشہ سرمایہ خرچ کیا، اس طرح ریلائنس کپ کے یہ مقابلے بالواسطہ یا بلا واسطہ ایک بنیادی موضوع اور اہم مشغلہ بن گئے، سفرخرچ ہوٹلوں کی رہائش، سیاحوں کے ٹکٹوں کی قیمتیں، اور کپ جس کی قیمت تقریباً پانچ لاکھ روپے تھی، کے علاوہ سرکاری طور پر ان مقابلوں پر جو ایک مہینہ تک ہوتے رہے جو صرف آیا وہ ایک اندازہ کے مطابق ۱۹ کروڑ روپئے کے قریب تھا۔

کرکیٹ کے دلدادہ حضرات کے جوش وولولہ کا اندازہ اس صورت حال سے کیا جاسکتا ہے کہ بعض مقابلوں کے نتائج کی وجہ سے ایسی خون آشام جھڑپیں ہوگئیں کہ بہت سے پاکستانی و ہندوستانی حامیوں اور مخالفوں کی قیمتی جانیں بھی بھینٹ چڑھ گئیں۔ اور ہندوستان کے بہت سے شہروں میں فسادات پھوٹ پڑے، یہ ایک ایسی زبردست لہر تھی کہ جس نے ہندوستان و پاکستان اور ان کے پڑوسی ممالک کی قوموں کو دوسرے اہم مسائل سے غافل کردیا۔

یہ حکام کی سیاست ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی توجہ کو زندگی اور سیاسی مسائل کی طرف سے ہٹا دیں جو ان کے ذہنوں کو مشغول کئے ہوئے ہیں۔ اس طرح ان کو ایک موقعہ مل جاتا ہے اور بہت کو مسائل سے نجات حاصل ہوجاتی ہے جو وقتی اثر رکھتے ہیں، لیکن قوم کے ہزارہا افراد (جنہیں علماء، محققین، اصحاب پیشہ اور ذمہ دار حضرات شامل ہیں)، کی زندگی کے بیش بہا لمحات کا جس طرح ضیاع ہوا اس کا نہ بدل ممکن ہے اور نہ ہی کوئی تلافی، اس تیز و تند موسم نے جس طرح ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، ایسے ہی دوسرے اسلامی ممالک بھی کھیلوں پر حد سے زائد توجہ دینے اور ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کی وجہ سے اس مرض میں گرفتار ہیں، یہ کھیل ترقی پذیر ممالک میں اب اہم مشغلہ بن گئے ہیں، جبکہ ان کی حیثیت اضافی تھی، جس کا اصل مقصد تازگی حاصل کرنا اور تفریح طبع کا سامان مہیا کرنا تھا۔

یہ ترقی پذیر ممالک جو ابھی اپنے پیروں پر کھڑے بھی نہیں ہوئے اور پسماندہ ہیں، انہیں وقت کو مفید بنانے اور موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی شدید ضرورت ہے، سامراج کے ختم ہونے کے بعد بھی زندگی کے تمام شعبوں و سرگرمیوں میں ترقی یافتہ ممالک کی تقلید، آزادیٔ فکر اور آزادانہ مطالعہ سے مانع ہے، چنانچہ ان میں اچھی و بری چیزوں میں تمیز کی صلاحیت ابھی تک پیدا نہیں ہوئی، زندگی کے معیار میں اس تہذیبی تقلید کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے پسماندہ ممالک کے باشندے معیار زندگی کی بلندی کے شوق میں ہی اس کام کو اختیار کرتے ہیں جو مغربی ممالک میں عام ہے۔ خواہ ملکی وسائل وذرائع اس کی اجازت دیں یا نہ دیں، بنیادی ضرورتوں کو نظر انداز کرکے تمدنی مظاہر کو اختیار کرنے کا رجحان ان پسماندہ ملکوں میں عام ہوتا جارہا ہے۔

کھیلوں میں مہارت پیدا کرنے کی شدید خواہش نے بہت سے اسلامی ممالک کو مغربی ماہرین سے ان کی شرائط پر مدد حاصل کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ گذشتہ مہینہ اخبارات میں ایک تکلیف دہ خبر شائع ہوئی تھی جس سے معلوم ہوا تھا کہ ایک ٹریننگ دینے والے نے ایک مسلم ملک کی ایک ٹیم پر یہ شرط لگائی کہ اس کا محبوب کتا بھی اسکے ساتھ رہے گا، اس ٹیم نے اس شرط کو منظور کرلیا۔ اور اس دلارے کتے کے ساتھ وہی خصوصی معاملہ کیا گیا جو کوچ کے ساتھ کیا گیا، ایسے ہی اور بعض دوسرے شرائط جو اسلامی ادب، اور فطری زندگی سے میل نہیں کھاتے ان کو بھی اسلامی ملکوں نے ورزشی کھیلوں میں مہارت پیدا کرنے کے شوق میں منظور کرلئے ہیں،

یہ مقابلے کبھی کبھی عین نماز کے اوقات میں ہوتے ہیں اور ساری دنیا میں ایک شور وغوغا بپا رہتا ہے، نوجوانوں اور بچوں پر ایک جنونی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، اور کبھی ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں جن سے خاندان کے آپسی تعلقات متاثر ہوجاتے ہیں، اس انحراف کا مشاہدہ تمام ترقی پذیر ممالک کی تمدنی سیاست کی پلاننگ میں کیا جاسکتا ہے، وہ تہذیبی ٹیپ ٹاپ کو پہلا درجہ دیتے ہیں، اور زندگی کی ضروریات ومقاصد کو دوسرے نمبر پر رکھتے ہیں۔ نتیجتاً شہریوں کی صلاحیتیں نکھر نہیں پاتیں، بلکہ صرف مظاہر، اور ساز وسامان کی ظاہری آرائش میں صرف ہوکر رہ جاتی ہیں۔

ساز وسامان کے حصول کی نگران کو بینکوں سے بھاری قرض لینے اور جائز وناجائز طریقہ پر مال کمانے، اور حق تلفی کرنے پر آمادہ کردیتی ہے، ان ملکوں میں تعلیم وتربیت، صنعت اور حقیقی ترقی کے مواقع کی تلاش کی بہ نسبت، سیر وتفریح کے وسائل کی بہتری کی کوششوں کا تناسب زیادہ ہوتا جارہا ہے۔

بعض ترقی پذیر ممالک کی شجرکاری پارکوں کے بنانے، اور شاہراہوں کی توسیع پر بڑھتی ہوئی توجہ کو دیکھ کر ایک

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

ایرانی انقلاب

حمایت کے بعد مخالفت کیوں؟

تحریر ———— ایڈیٹر ہفت روزہ "المجتمع" کویت
ترجمہ ———— نذر الحفیظ ندوی ازہری

کویت کے مشہور ہفت روزہ "المجتمع" کے ایک قاری نے لندن سے رسالہ کو ایک مراسلہ لکھا تھا۔ اس میں انہوں نے استفسار کیا تھا کہ رسالہ نے ایرانی انقلاب کے متعلق اپنا موقف کیوں تبدیل کر دیا جب کہ اس نے آغاز انقلاب میں اس کی تائید و حمایت کی تھی۔

المجتمع ہی تنہا ایسا رسالہ نہیں جس کے موقف میں تبدیلی آئی ہو بلکہ ہند و پاکستان کے اسلام پسند جماعتوں اور حلقوں میں بھی ایرانی انقلاب کے بارے میں تائید و حمایت کا جذبہ سرد پڑتا جا رہا ہے۔ بلکہ بعض اہم شخصیتوں نے توبہ و ندامت کا اظہار بھی کیا ہے۔ مگر .... "بعد از خرابی بسیار" لندنی مراسلہ نگار کے جواب میں رسالہ "المجتمع" کے ایڈیٹر نے جو مضمون تحریر کیا ہے ہم اس کا ترجمہ قارئین تعمیر حیات کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

سوال: رسالہ "المجتمع" کویت کے قارئین ادھر کچھ عرصہ سے یہ بات خاص طور سے نوٹ کر رہے ہیں کہ اس رسالہ نے ایران کے اسلامی انقلاب کے قائدین کے بیانات آغاز انقلاب میں شائع کئے تھے اور قائد انقلاب خمینی کی حمایت و تائید بھی کی تھی۔ ان بیانات سے یہ بھی انکشاف ہوا تھا کہ عالم اسلام میں کام کرنے والی اسلامی جماعتوں اور ایرانی بھائیوں کے درمیان برابر رابطہ قائم رہا۔ لیکن آج کل رسالہ المجتمع میں ایران میں قائم اسلامی حکومت کے خلاف مضامین اور مقالات شائع ہو رہے ہیں۔ رسالہ اپنے سابقہ موقف اور حالیہ روش کی کیا توجیہ پیش کرے گا۔ آخر خلیجی حکومتوں کو یورپ میں موجود اسلامی انقلاب کے داعیوں کے خلاف کیوں ابھارا جا رہا ہے؟ مجھے توقع ہے کہ رسالہ کے صفحات پر آپ اس کا تشفی بخش جواب تحریر فرمائیں گے؟

(قاسم شعبان ——— لندن)

جواب: ایرانی انقلاب تین مرحلوں سے گذرا ہے۔ ان تینوں مراحل میں عوامی تائید و حمایت میں مد و جزر آتا رہا۔

پہلے مرحلے میں جب ایران کے مسلمان فرمانروا شاہ کی حکومت سے گلو خلاصی کی مسلسل اور پیہم جدوجہد ہو رہی تھی اس وقت دنیا کے مختلف خطوں میں بسنے والے مسلمان عوام کے جذبات انقلاب کی تائید اور حمایت میں تھے اور شاہ کے خلاف جذبات میں یکسانیت اور ہم آہنگی تھی۔ رسالہ المجتمع اس مرحلہ میں شاہ کو معزول کرنے کی برابر تائید کر رہا تھا۔ اس وقت تک یہ بات واضح نہیں ہوئی تھی کہ ایرانی قیادت کی ذمہ داری کن لوگوں کے ہاتھ میں جائے گی، شاہ کے بعد کون آئے گا۔ اسی طرح شاہی نظام کے بعد کون سا سیاسی نظام اس کی جگہ لے گا؟ رسالہ کی تائید و حمایت کا یہ منطقی نتیجہ تو نہیں نکالا جا سکتا کہ آئندہ بھی ایرانی نظام کی تمام کارروائیوں اور اقدامات کی رسالہ پوری تائید و حمایت کرے گا۔

جہاں تک دوسرے مرحلے کا تعلق ہے جس میں انقلاب کامیابی سے ہمکنار ہوا اور تمام در و بست پر دسترس حاصل ہو گئی اس کے بعد اسلامی جمہوریہ کا اعلان کر دیا گیا تو اس مرحلہ میں ایران کے اندر و باہر انقلاب کی تائید و حمایت میں لوگوں نے احتیاط سے کام لیا، حکومتوں کی سطح پر بھی اعلانات ہو رہے تھے لیکن یہاں بھی احتیاط اور تردد اور شک و تذبذب کا عالم تھا۔ عراقی حکومت نے دیگر عرب حکومتوں کی طرح ایرانی نظام کی تائید و حمایت کی، مگر اس کے پس پردہ یہ جذبہ کار فرما تھا کہ پڑوسی ملک کے ساتھ اچھے اور خوشگوار تعلقات استوار ہوں گے۔ اسی لئے عراقی حکومت نے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا، لیکن اس تائید کے باوجود ایران کے اسلامی نظام کے قیام کے اعلان پر اس نے محتاط رویہ اختیار کیا کہ عراق میں بعثی حکومت تھی۔ اس کے علاوہ ایران کے اندر موجود سیاسی جماعتوں نے ایرانی انقلاب کی مشروط حمایت کی تھی۔ صرف کمیونسٹوں نے تائید کی تھی لیکن محتاط انداز میں۔

اسلام پسندوں نے اس موقع پر جو موقف اختیار کیا وہ تین طرح کے تھے۔

۱۔ جن لوگوں نے ایرانی انقلاب کی تائید و حمایت کی تھی، انہوں نے اس تائید و حمایت میں اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا کہ شیعوں اور سنیوں کے درمیان بعض بنیادی اور جوہری اختلافات ہیں، دوسری بات یہ کہ واقعی اگر اسلامی نظام کی عملاً تطبیق کی جائے گی تو اس کے کیا نتائج سامنے آئیں گے۔ اس پہلو پر بھی ان حضرات نے غور نہیں کیا تھا۔

۲۔ شاہ کے خلاف پوری طرح غیر معمولی جذبات عوام کے تھے۔ اس کے برعکس صرف سیاسی دائرے میں بعض اسلام پسند حضرات نے ایرانی انقلاب کی تائید کی لیکن بڑے محتاط انداز میں انہوں نے اس انقلاب کو صرف اسلئے اسلامی انقلاب قرار دینے میں عجلت سے کام نہیں لیا کہ اس انقلاب کی باگ ڈور دینی قائدین کے ہاتھ میں ہے۔ اسلئے کہ یہ حضرات اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ سنیوں اور شیعوں کے درمیان اسلام کے بارے میں بعض بنیادی اختلافات ہیں جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ موجودہ انقلابی نظام اس اختلافی اور بنیادی مسئلے کے بارے میں کیا رویہ اختیار کریگا اس وقت تک پوری تائید و حمایت کا اعلان مناسب نہیں کہ صرف اسلامی نظام کا نعرہ لگانا ہی کافی نہیں، اس کی صحیح تطبیق بھی ضروری ہے۔

۳۔ تیسرا موقف ان لوگوں کا سامنے آیا جنہوں نے آغاز انقلاب میں اس کی تائید و حمایت سے انکار کر دیا۔ اسلئے کہ ان حضرات کے نزدیک ایران کا انقلاب خالص شیعی مسلک کی بنیاد پر عمل میں آیا ہے اور ایرانی انقلاب نے جس آئیڈیالوجی کو اختیار کیا ہے وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات اور روح کے خلاف ہے۔

رسالہ المجتمع نے دوسرے موقف کو حزم و احتیاط کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ اس نے محض اس لئے کہ ایرانی قائدین نے اسلامی انقلاب کا نعرہ دیا ہے اس کی تائید و حمایت میں عجلت اور جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ جبکہ یہ واقعہ ہے کہ ابھی تک ایرانی قائدین "اسلامی انقلاب" کے بجائے "ایرانی انقلاب" کا اس کو نام دیتے ہیں۔ چنانچہ رسالہ نے اپنے صفحات میں ۱۹۷۹ء میں "ایرانی انقلاب میزان میں" کے عنوان سے اسماعیل شطی کا ایک مضمون شائع کیا تھا۔ اس میں مقالہ نگار نے لکھا تھا کہ ابھی تک اسلام پسندوں نے اس انقلاب کے متعلق یکساں موقف اختیار نہیں کیا ہے۔ یہ تو ابتدا کی بات تھی۔ اس کے بعد رسالہ نے ایران کے بہت سے علماء و مفکرین کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو اور تبادلۂ خیال کیا کہ ایرانی نظام کے نزدیک اسلام کا صحیح اور بنیادی مفہوم کیا ہے چنانچہ آیۃ اللہ منتظری کے ساتھ ہماری گفتگو کا پورا خلاصہ اسی رسالہ کے صفحات پر شائع ہو چکا ہے۔ اسی طرح ایرانی مملکت کے اندر بہت سے قائدین کے ساتھ محض اس لئے بحث و مباحثہ اور ان کیساتھ تبادلۂ خیال بھی کیا کہ اسلامی انقلاب کا صحیح مفہوم نکھر کر آجائے اور لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہو سکیں۔

ایرانی انقلاب کا تیسرا مرحلہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے جدید ایرانی نظام نے اپنے آراء و افکار کے اور عملی جد و جہد اور اشاعت کا آغاز کیا اسی روشنی میں اسلام پسندوں نے ایرانی انقلاب کے بارے میں اپنے موقف کا اعلان کیا۔ جدید ایرانی نظام نے اس سلسلہ میں جو طرز عمل پیش کیا وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ایران میں اہل سنت والجماعت کے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ ایرانی دستور میں اس بات کی صراحت ہے کہ کوئی یہودی یا عیسائی ملک کی اہم یا غیر اہم سیاسی اور فوجی قیادت و سیادت حاصل نہیں کر سکتا ایران میں انقلاب سے پہلے اور بعد جتنی

وزارتیں بنیں ان میں کسی سنی کو کسی مرکزی منصب پر فائز نہیں دیکھا گیا، حالانکہ ایران میں سنیوں کی آبادی ۳۲ فیصدی ہے۔

۲۔ علمائے اہل سنت کو اس بات کی قطعی اجازت نہیں کہ وہ علماء حضرات کا کوئی بورڈ یا مجلس بنا سکیں تاکہ اس مجلس کے ذریعہ دینی مدارس اور مساجد کی دیکھ بھال کر سکیں۔ بلکہ اس کے برعکس اہل سنت کے تمام ممتاز داعیوں کو جیل کی کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔ احمد مفتی زادہ اور ان کے خاندان کے تمام افراد اس وقت بھی جیلوں میں بند ہیں اسی طرح جب اہل سنت کے خلاف ایرانی پاسبانوں نے پکڑ دھکڑ کی مہم شروع کی تو سلطان العلماء کو عراق بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تیسری مثال شیخ ضیائی کی ہے جن کو صرف اس لئے گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا گیا کہ انہوں نے اس رسالہ کے صفحات پر ایرانی قائدین سے کچھ مطالبات کئے تھے حالانکہ ایرانی انقلاب کی شیخ ضیائی نے بھرپور تائید و حمایت کی تھی۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ایرانی حکومت نے عملاً یہ مہم شروع کر دی ہے کہ سنیوں کو زبردستی شیعی مسلک اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔

۳۔ ایرانی نظام نے فارسی قومیت کی حمایت اور ترویج و اشاعت کیلئے تعصب کی حد تک موقف اختیار کیا ہے چنانچہ ایرانی حکومت نے ایران کے ان علاقوں میں جو عرب علاقے کہلاتے ہیں۔ اور وہاں عربی زبان رائج ہے۔ وہاں کے باشندوں کو فارسی زبان سیکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اسی طرح ایرانی حکومت خلیجی علاقوں کو خلیج فارس کا نام دیتی ہے جبکہ یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ خلیج عربی کے بجائے خلیج اسلامی اس کا نام رکھ دیا جائے۔ مگر جدید ایرانی نظام نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ اب یہ بات مشاہدے میں آرہی ہے کہ عرب ساحلوں پر جو ایرانی بستیاں ہیں وہاں لوگوں کے نام عربی سے فارسی میں تبدیل کئے جا رہے ہیں اور عربی اسلامی تہذیب کے جتنے آثار تھے ان سب کو مٹانے کی زبردست جد و جہد ہو رہی ہے۔

۴۔ ایرانی انقلاب اگر ایران تک محدود رہتا تو ایک بات تھی، لیکن ایرانی انقلاب کو دیگر ملکوں میں انقلاب کے اندازہ و اسلوب میں ایران کے باہر برآمد کرنے میں ایرانیوں نے معاندانہ رویہ اختیار کیا وہ اس طرح کہ ایران کے باہر اہل سنت کے خلاف مہم تیز تر کر دی گئی، صحابہ کرام اور امہات المومنین کے خلاف سب و شتم کے شیعی مسلک کو رائج کیا جانے لگا۔ اور اسلامی عقائد کے متعلق شکوک و شبہات کی مہم چلائی گئی۔ دوسرے یہ کہ مسلم ممالک کی حکومتوں اور وہاں کے عوام کو دھمکی دی جانے لگی۔

۵۔ ایران کو اس کا بخوبی علم ہے کہ عراق و ایران کے درمیان جنگ میں خسارہ صرف مسلمانوں کا ہے۔ لیکن اسکے باوجود ایران کو اس جنگ کے جاری رکھنے پر عناد کی حد تک اصرار ہے مسلم ممالک کی قوت و صلاحیت کو اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف استعمال کرنے کے بجائے ایران اس طاقت کو داخلی اور اندرونی کشمکش کو ہوا دینے پر صرف کر رہا ہے۔ ایران کے اس معاندانہ رویے کی وجہ سے امریکہ کو موجودہ ایرانی نظام سے ایسے غیر معمولی فوائد حاصل ہوئے ہیں جن کا تصور بھی اسے اپنے آلۂ کار شاہ ایران کے عہد میں نہیں ہو سکتا تھا۔

ہم ایران کو اس بات کا ذمہ دار سمجھتے ہیں کہ اسی کے معاندانہ رویہ کی بنا پر ہی بڑی استعماری طاقتوں کو خلیج کے علاقوں میں گھسنے کا موقع ملا۔ اسی طرح اس پورے علاقہ کی طاقت و صلاحیت کو برباد کرنے کا ذمہ دار بھی پوری طرح ایران ہی ہے۔ کیا ایران عراق جنگ اسلامی ممالک کو کمزور نہیں کر رہی ہے کیا اس جنگ پر اصرار امت مسلمہ کی طاقت اور صلاحیت کو برباد کرنے کے مرادف نہیں ہے۔؟

ان مندرجہ بالا اسباب کی بنا پر ہم نے اپنے موقف میں تبدیلی کی ہے۔ اور ہم ہی اس معاملہ میں تنہا نہیں بلکہ ایران کے اندر بھی بہت سے لوگوں نے ایرانی انقلاب کے تئیں اپنا موقف تبدیل کر دیا ہے۔ ان اسلام پسند عناصر نے بھی جنہوں نے ایرانی نظام کا رویہ اور طرز عمل کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ہم عراق کی بعثی حکومت کی تائید کیوں کرتے ہیں ایران کی اسلامی حکومت کی حمایت کیوں نہیں کرتے تو یہ سوال اس اعتبار سے غلط ہے کہ ہم بعثی حکومت کی نہیں بلکہ عراقی حکومت کی تائید کرتے ہیں اسلئے کہ اسے اس جنگ کے ہولناک نتائج کا پوری طرح اندازہ ہے۔ اس بنا پر وہ صلح کی ہر گفتگو کے لئے تیار رہتی ہے۔ قرآن نے تو یہ حکم دیا ہے کہ اگر دو بھائیوں میں جنگ ہو تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو تو پھر ایران صلح کی تمام کوششوں کو اب تک کیوں مسترد کرتا آرہا ہے؟ پھر ایران نے جس طرح شیعی مذہب و مسلک کے لباس کو انقلاب کے چہرے پر منڈھ دیا ہے اس نے اور بھی عراق کی تائید و حمایت پر لوگوں کو مجبور کیا کہ عراق کی تائید سے شیعی مسلک کو پھیلنے سے روکا جا سکتا ہے۔

آخری سوال مجھے آپ یہ کرنے کی اجازت دیجئے کہ ایران نے آخر لبنان کی شیعی جماعت امل ملیشیا کے خلاف کوئی اقدام کیوں نہیں کیا جبکہ امل ملیشیا کے جنگجوؤں نے بے گناہ اور نہتے فلسطینیوں کا ان کے کیمپوں میں قتل عام کیا۔ کیا اس طرح کے سوالات آپ کے سوال سے زیادہ غور و فکر کے مستحق نہیں؟

میرے عزیز قاری: آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم ہر اس دعوت کیساتھ ہیں جو کتاب و سنت کی طرف بلائے اس کے بالمقابل ہم ہر اس دعوت کی شدید مخالفت کریں گے جس میں صحابہ کرام کو گالی دی جائے یا ان پر تہمت لگائی جائے یا کسی امام کو الوہیت کے مقام تک پہنچایا جائے۔ ہم کسی شخص کو بھی مسلمانوں کی مقدس جذبات اور عقیدے سے کھلواڑ کرنے کی اجازت نہیں دینگے خواہ ایسے داعی یورپ میں رہتے ہوں یا مریخ پر بستے ہوں

ہماری اب بھی تمنا ہے کہ ایران صراط مستقیم کی طرف واپس آجائے اور اس اسلام کو اختیار کرے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے۔ ہماری خواہش اور تمنا یہ بھی ہے کہ ایران صحیح اسلامی حکومت اور تعمیری اسلامی انداز فکر کو اختیار کر کے اچھا نمونہ پیش کرے اور صلح کی کوششوں اور مطالبوں پر کان دھرے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر — خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

پبلک اسپتال

زیر اہتمام — "مفید الانسان ہاسپٹل" سوسائٹی، نزد عیدگاہ پریٹاون بارہ بنکی یوپی

میں نے کلکتہ کا مسلم ہاسپٹل دیکھا ہے اور بمبئی میں بھی کئی اسپتال ہیں اور کانپور میں بھی ایک اسپتال قائم کیا گیا تھا بنارس میں بھی میں نے ہی اس کا افتتاح کیا تھا اور آج اس اسپتال کا بھی افتتاح کر رہا ہوں۔

خدا کی بندگی کے بعد سب سے بڑا فرض جو خدا کو محبوب ہے وہ انسانوں کی خدمت، ان کی تکلیف دور کرنا انکو تسلی دینا، اسپتالوں کا قیام اس خود غرضی کے زمانہ میں اور بھی ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر بستی میں مسلمانوں کی طرف سے ایک اسپتال ہو

——— مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی

دستیاب سہولیات
۱۔ مریضوں کا طبی معائنہ۔ اور علاج (ہومیوپیتھک ایلوپیتھک)
۲۔ آپریشن تھیٹر ۳۔ مریضوں کی بھرتی کا مکمل انتظام
۴۔ ایمرجنسی (۲۴ گھنٹے) ۵۔ پیتھولوجی کا مکمل انتظام
۶۔ ضروری ٹیکے۔
پیدائش سے ۳ ماہ تک — بی۔ سی۔ جی
[illegible]

نئے منصوبے — تعاون کی اپیل
اسپتال کی تعمیر جدید۔ ایکسرے مشین لگانا، آنکھ کا شعبہ کھولنا اور غریب مریضوں کو علاج کے ساتھ ساتھ مفت بستر فراہم کرنا اور دیگر سہولیات

تمام دردمندان ملت سے پرزور اپیل ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس نئے منصوبے کی تکمیل میں تعاون کریں۔

Superintendent
Public Hospital Near Idgah
Panbhawan [illegible] Dist. Barabanki

تقدیس حج کانفرنس اور سیمینار

"اغراض و مقاصد"

از ...... ڈاکٹر محمد یونس نگرامی۔ ریڈر شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی
و کنوینر تقدس حج کانفرنس۔

معزز صدر، دانشوران ملک وملت!

میرے لئے یہ بڑی مسرت وسعادت کا موقع ہے کہ میں تقدس حج کانفرنس کے اسٹیج سے آپ کا استقبال کر رہا ہوں۔ ہمارا اور آپ کا یہ اجتماع ہر اعتبار سے ہندوستانی مسلمانوں کا نمائندہ اجتماع ہے۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ عالم اسلام کے ممتاز و مایۂ ناز مفکر، داعی و بے غرض خادم دین حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے گوناگوں مشاغل اور صحت کی کمزوری کے باوجود اس اجتماع کی اہمیت کے پیش نظر اپنا قیمتی وقت عطا فرمایا ہے اور اس کی صدارت قبول فرمائی ہے۔

آج کی اس مجلس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے زیر سایہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ سلفیہ بنارس، جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ، شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ کے ممتاز اساتذہ اور ماہرین علوم دین جمع ہیں ان کے ساتھ ہی لکھنؤ یونیورسٹی، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ، جامعہ ملیہ دہلی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی۔ دلی یونیورسٹی۔ الہ آباد یونیورسٹی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے ممتاز پروفیسر تشریف فرما ہیں۔ لکھنؤ کے اسلامیہ کالج، سنی انٹر کالج۔ ممتاز انٹر کالج کے اساتذہ کے ساتھ، ہی سنی یوتھ فیڈریشن کے مخلص نوجوان کارکن بھی موجود ہیں مجھ کو یہ کہنے میں کوئی تکلف نہیں ہے کہ یہ وہ حضرات ہیں جن کی دین پر بھی نظر اور جو رفتار زمانہ کے بھی نبض شناس اور اس کے تقاضوں سے باخبر ہیں کسی مجلس میں اتنی ممتاز شخصیات کا جمع ہو جانا ایک اہم اور قیمتی بات ہے لیکن سب سے بڑی سعادت کی بات یہ ہے کہ ہم یہاں ایک نیک اور دینی مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں اور وہ ہے

اسلام کے اہم رکن حج کی اہمیت اس کی قدر و قیمت واحکام وآداب اور اس کے پیغام پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گفتگو کریں......

....

اور ایسے وسائل پر غور کریں جن کے ذریعہ ہم اس عبادت کو پرسکون اور پرخلوص ماحول میں ادا کر سکیں۔ اسکے آداب کا لحاظ رکھیں اس کے تقدس کو برقرار رکھیں اور اسکے پیغام وروح کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

حضرات! اسلام کی حقیقی تعلیم اور صحیح عقیدہ وہ دریا ہے جو کبھی بھی اپنا رخ نہیں بدلتا ہے اور کبھی پایاب نہیں ہوتا، سیاسی طاقتیں، وقتی انقلابات، حکومتوں کا عروج وزوال دعوتیں و تحریکیں وہ موجیں ہیں جو آتی ہیں اور گذر جاتی ہیں۔ دریا اگر صحیح رخ پر بہہ رہا ہے اور پانی جاری ہے، تو کوئی خطرہ نہیں لیکن اگر عقیدہ میں فساد آگیا تو گویا دریا نے اپنا رخ بدل دیا۔ اسی عقیدہ کی حفاظت وآبیاری کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود اسلام کی تاریخ حضرت عمر بن عبدالعزیز حضرت حسن بصری۔ امام احمد بن حنبل امام غزالی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی۔ علامہ ابن جوزی۔ مولانا جلال الدین رومی۔ حافظ ابن تیمیہ۔ ہندوستان میں مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ دہلوی جیسے نفوس قدسیہ اسی سلسلۂ تاریخ دعوت وعزیمت کی سنہری کڑیاں ہیں اور شرر بولہبی سے ستیزہ کاری سے چراغ مصطفوی کو محفوظ رکھنے کا مقدس فریضہ انجام دینے کی ساعی۔

حضرات! اسلامی عقائد کا مظہر اس کا عبادتی نظام ہے اور حج اسکا ایک اہم رکن جسے ہمارے فقہاء نے مالی اور جسمانی عبادتوں کا مجموعہ کہا ہے یہ عبد و معبود کے درمیان عشق و بندگی اطاعت شعاری و فرمانبرداری کا دوسرا نام ہے جو دلبستگی و والہانہ انداز بیت اللہ کے زیر سایہ بندہ اپنے سارے رشتے اور ساری وفاداریاں بھول جاتا ہے، اور صرف ایک تعلق اور ایک وفاداری باقی رہ جاتی ہے وہ ہے اللہ کی بندگی واطاعت و فرمانبرداری۔

حضرات! ہم ہندستانیوں کا خمیر عشق ومحبت سے تیار ہوا ہے۔ حرمین شریفین سے والہانہ دینی و جذباتی رشتہ رکھتے ہیں۔ اور اسی جذباتی رشتہ نے ہمارا نقطہ نظر عالمی اور آفاقی بنا دیا ہے ماضی قریب کی طاقتور و بے نظیر تحریک خلافت نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانان ہند کی دینی غیرت وحمیت آزمائش کی بھٹی سے کندن بن کر نکلا رہے۔

حضرات! عبادت کا لفظ بولتے ہی یا ذہن میں آتے ہی خضوع و خشوع، سکون وسنجیدگی۔ خاکساری وفروتنی، سپردگی وعاجزی و توقیر و تعظیم کے خیالات مجسم بن سامنے آجاتے ہیں۔ چہ جائیکہ حج جیسی مقدس عبادت جس میں حاجی ایک ایک قدم پھونک کر رکھتا ہے ہم نے علماء سے سنا بھی ہے اور کتابوں میں پڑھا بھی ہے کہ احرام کی حالت میں اور مکہ مکرمہ جیسی مقدس جگہ پر کسی پودے کا اکھاڑنا۔ حتیٰ کہ کسی شکار کی طرف اشارہ کرنا بھی ایک حاجی کے لئے منع ہے۔

حج جیسی مقدس عبادت میں جس کو ہم اطاعت و فرمانبرداری کے سب سے بڑے مظاہرے سے تعبیر کرتے ہیں اس بات کی کیسے گنجائش ہو سکتی ہے کہ کوئی بھی شخص بلند آواز سے گفتگو کرے یا کسی ایسے فعل کا مرتکب ہو جو روح حج کے خلاف یعنی حضرت ابراہیم کی طرح خدا کی دعوت پر لبیک کہنا اور اللہ کے حکم کے سامنے تسلیم ورضا فرمانبرداری واطاعت کشی کے ساتھ اپنی گردن جھکا دینا اور اس معاہدہ ہدایت کو بجا لانا اور دہرانا جو ہزاروں برس پہلے ہوا تھا یہی ملت ابراہیمی ہے اور یہی حقیقی اسلام ہے۔ یہی روح اور یہی باطنی جذبہ واحساس ہے جن کو حاجی اپنے عمل اور کیفیت سے مجسم کر کے ظاہر کرتا ہے۔

حضرات! ہمارا یہ اجتماع محض دینی و اجتماعی ہے۔ اختلاف وانتشار سے ہم اجتناب کرنا چاہتے ہیں۔ اسکے ساتھ یہ کہنا صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کی دلی خواہش ہے کہ حج کے تقدس کو محفوظ رکھا جائے اور اس ارض مقدس کو فتنہ وفساد اور بین الاقوامی آویزشوں سے دور رکھا جائے۔

بقیہ:- تعمیری جد وجہد......

ماہر تربیت نے کیا خوب کہا ہے کہ "اگر اسکی ایک چھوٹی مقدار بھی انسان کی تربیت اور اس کے سنوارنے میں خرچ کی گئی ہوتی تو آج زندگی کا نقشہ بے حقیقت اور پررونق مناظر سے کہیں زیادہ خوشنما ہوتا۔ ترقی پذیر ممالک کی ترقی کا راز ساز وسامان، وسائل و ذرائع میں مضمر نہیں ہے بلکہ اقدار کے پاس ولحاظ۔ نظم وضبط، توازن واعتدال اور کردار کی حفاظت میں پنہاں ہے، لیکن ترقی پذیر ممالک کے مغربی تہذیب سے متاثر نوجوان یک لخت مغرب کی ترقیات کو حاصل کر کے اسی کے مثل ہونا چاہتے ہیں، بیسویں صدی کے اوائل میں بہت سے تعلیم یافتہ ذہنوں پر اس ہوس کا غلبہ ہوا تو بعض نے ماضی سے بالکلیہ قطع تعلق کر لینے کا نعرہ لگایا، اور تمام مشرقی خصوصیات کو ختم کر دینے کی صدا بلند کی لیکن تجربہ یہ بتاتا ہے کہ مغرب کی تمام چیزیں قابل تقلید نہیں، خود مغرب میں بعض ایسے مسائل ومشکلات در پیش ہیں جن کا حل ابھی تک پیش نہیں کیا جا سکا ہے، اس صورت حال سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ ہر مسئلہ کو بنظر تنقید و تجزیہ اور تحقیق دیکھا جانا ہی عقلمندی ہے۔ ہر ملک کے سربراہ اور قومی رہنماؤں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مقاصد اور جد وجہد کے میدان میں تناسب پیدا کریں اور ملک کی تعمیر میں مزید محنت اور سنجیدگی کو اختیار کرنے کا ذہن بنائیں اور نوجوانوں کا قیمتی وقت ایسے پروگراموں پر صرف کریں جو ملک کی تعمیر میں مفید ہوں

عالم اسلام

محمود الازہار ندوی

خلیجی تعاون کونسل کا آٹھواں سربراہ اجلاس

سعودی عرب کے دارالسلطنت ریاض میں اختتام پذیر ہونے والی خلیجی تعاون کونسل کی آٹھویں سربراہ کونسل نے گذشتہ جولائی میں مکہ معظمہ کے سانحہ کے لئے ایران کو قصوروار قرار دیا ہے۔ اور ۷، ۸ ماہ سے جاری عراق۔ ایران جنگ کے خاتمہ کے لئے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی اپیل کو نظر انداز کرنے کے ایرانی رویہ کی بھی مذمت کی ہے اردن کی راجدھانی عمان میں منعقدہ عرب لیگ سربراہ کانفرنس کے بعد عرب ملکوں کا یہ دوسرا اہم پلیٹ فارم ہے جہاں ایران کی متفقہ مذمت کی گئی ہے۔ چار روزہ کانفرنس کے اختتام پر چھ خلیجی عرب ملکوں کے سربراہوں نے جو اعلانیہ جاری کیا ہے اس میں ایران کو کویت پر میزائلوں کے ذریعہ حملے، تہران میں کویتی، سعودی سفارت خانوں پر حملے، خلیج میں تیل بردار اور تجارتی جہازوں پر حملے، نیز پورے خطے میں کشیدگی پھیلانے کے ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ بین الاقوامی برادری سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ خلیجی جنگ بندی اپیل پر مشتمل سلامتی کونسل کی قرارداد ۵۹۸ کو عملاً نافذ کرنے کے سلسلے میں اقوام متحدہ کی حمایت اور اس کی کوششوں میں تعاون کریں، خلیجی لیڈروں نے ایران سے عراق ہی کی طرح اقوام متحدہ اور دوسرے اداروں کی جانب سے امن کے لئے کی جانے والی ثالثی کو قبول کرنے کی امید ظاہر کرتے ہوئے وارننگ دی کہ اگر یہ جنگ جاری رہی تو نہ صرف علاقہ کی بلکہ پوری بین الاقوامی صورتحال پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوں گے عراق ایران جنگ شروع ہونے کے آٹھ ماہ بعد قائم کی گئی خلیجی تعاون کونسل کے لیڈروں نے خلیجی علاقہ میں تجارتی جہازوں پر ایرانی اور عراقی حملوں میں اضافہ پر بھی تشویش ظاہر کی ہے ان حملوں کا نشانہ اب تک کم وبیش چار سو بحری جہاز بن چکے ہیں اور نہ صرف یہ کہ تجارتی بحری جہازوں کے عملے کے لئے یہ علاقہ جانی خطرہ کا علاقہ بن گیا ہے بلکہ ۱۹۸۴ء سے اب تک مختلف جہازوں کے عملہ کے سو سے زائد افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہو چکے ہیں۔ خلیجی جنگ سے ہٹ کر کانفرنس کے لیڈروں نے اسرائیل کے مقبوضہ عرب علاقوں میں فلسطینی احتجاج کی حمایت کی اور کہا کہ ان علاقوں میں حالیہ "مزاحمت" کے پیش نظر اقوام متحدہ کے زیر اہتمام مغربی ایشیا کے مسئلہ پر ایک بین الاقوامی امن کانفرنس کے انعقاد کے لئے کوششیں تیز کر دینی چاہئیں جس میں تنظیم آزادی فلسطین (پی۔ ایل۔ او) سمیت جس سے گفت وشنید کو ہی نہیں بلکہ مجوزہ کانفرنس میں پی۔ ایل۔ او کی شمولیت کو بھی اسرائیل مسترد کرتا رہا ہے۔ مغربی ایشیائی بحران کے تمام فریق شریک ہوں۔ مغربی کنارہ اور غازہ پٹی میں فلسطینی مظاہرین کے خلاف اسرائیل کی ظالمانہ اور وحشیانہ کارروائی کی مذمت کرتے ہوئے ان لیڈروں نے کہا کہ مجوزہ بین الاقوامی کانفرنس ہی طویل عرصے سے جاری عرب اسرائیل تنازعہ کے پرامن منصفانہ اور جامع تصفیہ کا واحد راستہ ہے۔ ان لیڈروں نے بین الاقوامی برادری سے فلسطینیوں کی مدد کی اپیل کرنے کے علاوہ یہ فیصلہ بھی کیا کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممبروں کو فلسطینیوں کی مدد پر آمادہ کیا جائے۔ گذشتہ نومبر میں اردن میں ہونے والی غیر معمولی نوعیت کی عرب لیگ سربراہ کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے خلیجی تعاون کونسل کے لیڈروں نے اس کانفرنس کو عرب اتحاد کے حصول میں اہم قرار دیتے ہیں کہا کہ عرب تاریخ کے موجودہ نازک دور میں جاری جد وجہد میں عرب صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا جانا چاہیئے۔

لیکن جیسا کہ خلیجی تعاون کونسل اجلاس کے دوسرے دن بعض بیانات سے اندازہ ہوا تھا کہ اس کے برخلاف خلیجی لیڈروں نے اجلاس کے چوتھے اور آخری دن اپنے اعلانیہ میں اس طرح کا کوئی اشارہ نہیں دیا کہ وہ عراق و ایران کی جنگ بند کرنے کے لئے کوئی اہم اقدام کرنے والے ہیں یا دونوں کے درمیان مصالحت کرنے کے لئے کوئی اہم کوشش کریں گے۔ واضح رہے کہ اجلاس کے تیسرے دن کونسل کے نئے چیرمین سعودی عرب کے نائب ثانی وزیر اعظم اور دفاع و ہوا بازی کے وزیر شہزادہ سلطان نے جنگ جاری رہنے کی صورت میں سخت اقدامات کی دھمکی دی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ "مجھے امید ہے کہ یہ جنگ ختم ہو جائے گی۔ قبل اس کے کہ ہمیں کچھ سخت اقدامات کرنے پڑیں" لیکن عرب لیگ کانفرنس کی طرح خلیجی تعاون کونسل کے اجلاس نے بھی اپنے فیصلوں میں اس طرح کا کوئی اقدام شامل نہیں ہے اور اگر سات سال سے زائد عرصے سے جاری جنگ کے دوران عرب ملکوں کی کارکردگی کو دیکھا جائے تو فی الواقع وہ کم از کم فوجی اعتبار سے کوئی براہ راست اقدام کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

ضیاء الحق افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کے بارے میں پرامید

بون ــــ (مغربی جرمنی) پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے امید ظاہر کی ہے کہ روس افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلانے کے وعدے پر عمل کرے گا مغربی جرمنی ٹیلی ویژن کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے کہا کہ افغانستان میں روسی فوجوں کو اسلئے کے جن نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ ناقابل یقین ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنیوا کے بالواسطہ مذاکرات کے آخری دور میں صرف روسی فوجوں کی واپسی کے پروگرام پر اختلاف تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ اختلاف اہم نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روس اپنی فوجیں واپس بلانے کے لئے تیار ہے انہوں نے کہا کہ روسیوں کو سب سے زیادہ تشویش اس بات پر ہے کہ افغانستان سے ان کی واپسی کے بعد وہاں کسی قسم کی حکومت برسر اقتدار آتی ہے۔ جنرل ضیاء الحق نے کہا کہ مغربی ملکوں کو چاہیئے کہ وہ روسی فوجوں کی واپسی کا پروگرام تیار کرنے میں روس کے ساتھ تعاون کریں۔

پاکستانی صدر نے کہا کہ روسی فوجیوں کی واپسی کے بعد افغانستان میں ایک عبوری حکومت برسر اقتدار آنی چاہیئے اور اس حکومت کو پناہ گزینوں اور مجاہدین کا بھی تعاون حاصل ہونا چاہیئے

بقیہ ص

بقیہ: اسناد اور درسگاہوں کی۔

ازالہ حیثیت عرفی سمجھتے ہوں لیکن یہ جامعہ کے ساتھ دارالعلوم کا مرکب بھی استعمال کرنے لگے ہیں۔ مثلاً کوئی کہے انسٹی ٹیوٹ یونیورسٹی یا اسکول یونیورسٹی۔ ظاہر ہے کہ یا تو ایک ادارہ اسکول ہے یا یونیورسٹی، بہر حال اس طرح کے غلط العوام مفاہیم کی تصحیح سے مقصود کسی کی توہین نہیں ہے۔ اور نہ ناواقفیت کا الزام لگانا ہے۔ البتہ ان دوستوں سے جو کوئی دینی تعلیم کے لیے ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں ان سے ضرور کہوں گا کہ واقفیت کے بعد سمجھ بوجھ کر کوئی نام پسند کریں، کوئی اپنے کو جامعہ کہے، کوئی دارالعلوم اور کوئی دانشکدہ ع

تم کوئی اچھا سا رکھ لو اپنے میخانہ کا نام

کیا آپ کو معلوم ہے

• بابری مسجد کب بنی۔
• کب تک نماز پنجوقتہ باجماعت ادا ہوتی رہی۔ • کب اسمیں رام چندر کی مورتی رکھی گئی • کب تالے لگائے گئے
• کب فیض آباد کی عدالت نے بابری مسجد کی حیثیت سے اس کا رجسٹریشن اپنے ریکارڈ میں کیا۔ پوری تفصیل جاننے کیلئے پڑھئے۔ ماہنامہ "نور الهدیٰ"
پانچ روپیہ کا منی آرڈر بھیجکر منگائیں۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں

محمد فہیم اختر

اسلام نے اتحاد باہمی کو ایک اہم بالشان امر قرار دیا ہے، اور اول یوم ہی سے اس پہلو پر کافی زور دیا ہے، اس کے متعلق تاکیدی احکام نافذ کئے اور اسلام کے بعض بنیادی احکام کو اتحاد باہمی کا بہترین اور عظیم الشان مظہر بنایا، چنانچہ آج اسلام کے بیشتر شعبوں میں اسکی روح جاری و ساری ہے

تاریخ اسلام کا پہلا باب کھولیے اور اولیں صفحات پر نظر ڈالیے، ایک عجیب ماحول ہے، قافلۂ انسانیت کے سارے افراد ایک دوسرے سے بچھڑے اور اجتماعی زندگی کے تانے بانے بکھرے ہوئے ہیں ایسے ماحول میں اسلام جہاں انھیں مسلسل درس توحید وسنت دیتا رہا وہیں ان بکھرے دلوں کو ایک لڑی میں پرونے کیلئے یکجا بھی کرتا رہا تاآنکہ تیئس ۲۳ سال کی پیہم کوششوں کے نتیجہ میں یہ روح پرور اور فرحت زا منظر سامنے آتا ہے کہ دربار رسالت میں سلمانؓ فارسی بھی، صہیب رومی بھی، طفیل بن عمرو دوسی بھی، ابوذر غفاری بھی، سعد بن عبادہ خزرجی بھی، سعد بن معاذ اوسی بھی اور قریش کے مختلف قبائل کے افراد پہلو بہ پہلو بیٹھے اسی اتحاد اسلامی کا دلکش منظر پیش کر رہے ہیں، اختلاف اتفاق میں بیگانگی یگانگت میں اور فرقت وحدت میں بدل چکی ہے نسلی امتیاز ہے نہ قبائلی برتری مکانی تفوق ہے نہ لسانی اختلاف، سب کے سب اولاد آدم ہیں آوازۂ حق بلند کرنے کے لئے سرگرم ہیں، پھر حجۃ الوداع کے موقع پر صحابۂ کرام کے ایک عظیم الشان مجمع سے خطاب ہوتا ہے "لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأبیض علی أسود ولا لأسود علی أبیض إلا بالتقوی" یہ وہ عظیم الشان نعمت الٰہی تھی جسکا ذکر خود خدائے پاک نے اس اہتمام سے فرمایا کہ "واذکروا نعمۃ اللہ علیکم إذ کنتم أعداء فألف بین قلوبکم فأصبحتم بنعمتہ إخوانا" چنانچہ جب دل کے روزن کھلے

تو اخوت ومحبت اور اتحاد واتفاق کی باد بہاری نے ہر ایک کے مشام جان کو معطر کر دیا ہو نکہ سارے قلوب انسانی خدا کے ہاتھ میں ہیں "ان القلوب بین اصبعی الرحمن" وہ جب چاہے ان کو متحد کر دے چنانچہ ارشاد ہوا کہ "والف بین قلوبہم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم"۔

اسلام کا ایک بنیادی رکن حج کعبہ بھی سال بہ سال اسی آن وشان اور کمال وجمال کے ساتھ اتحاد اسلامی اور اتحاد باہمی کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے کہ اسلام کی عظمت شان پوری طرح جلوہ گر ہو جاتی ہے، نسل وقوم، رنگ روپ اور بھید بھاؤ کے سارے امتیازات کو توڑ کر ایک لباس ایک روپ اور ایک بھیس میں بندگان خدا "لبیک اللہم لبیک" کی ایک ہی صدا بلند کرتے ہوئے اپنے اور سارے عالم کے ایک حقیقی خالق ومعبود کی چوکھٹ پر اپنی جبین عبودیت ٹیک دیتے ہیں۔

اسلام کا ایک اہم فریضہ "نماز" ہے جو ہر دن پانچ مرتبہ ہر محلہ، ہر قبیلہ، دنیا کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں اسی اتحاد باہمی کا سبق پڑھاتی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ نماز کی صفوں کو فولادی دیوار کی مانند سیدھی اور مضبوط رکھو، دوش بدوش اس طرح ملکر رہو کہ ذرا بھی جگہ خالی نہ رہنے پائے قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے میں دیکھتا ہوں کہ صفوں کے بیچ میں جہاں بھی ہوئی تھوڑی تھوڑی جگہ میں شیطان گھس جاتا ہے پھر اس کی اہمیت کو مزید اجاگر اور اس کی حکمت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ خدا کے بندو! صفیں سیدھی رکھو"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے دوش چھو چھو کر ارشاد فرماتے کہ سیدھے رہو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی، حضرت ابن مسعودؓ اس ارشاد نبوی کے بعد خود فرماتے ہیں۔ "فانتم الیوم اشد اختلافا" شارحین حدیث، حدیث بالا کی تشریح

کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "حتی فشت فیکم الفتن وذلک لعدم تسویتکم الصفوف"

جب میدان کارزار میں توحید کے متوالے اور حق کے سرشار، دشمنان دین سے برسرپیکار ہوتے ہیں تو ایسے وقت میں جو چند اہم جنگی ہدایتیں دی جاتی ہیں ان میں سب سے پہلے اسی کا ذکر ہوتا ہے۔

"لا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم" یعنی نزاع باہمی نہ ہو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، حکم ہوتا ہے کہ میدان جہاد میں باہم دگر آہنی دیوار بن جاؤ کہ دشمن کے حملے ٹکرا کر واپس ہو جائیں، پھر ایسے لوگوں سے خداوند قدوس اپنی محبت کا اظہار اس طرح کرتا ہے "ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کأنہم بنیان مرصوص"

اسلام نے زندگی کے ہر ہر موڑ پر اتحاد واجتماعیت کو برقرار رکھنے کا حکم دیا، اسی اجتماعیت کو باقی رکھنے ہی کی خاطر کہا گیا کہ اگر تمہارا امیر کوئی ناک کٹا غلام بھی بنا دیا جائے اور وہ احکام خداوندی کے مطابق تمہیں لے چل رہا ہے تو اس کی بھی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے، جو اطاعت کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکے اور جماعت سے علاحدگی اختیار کرے اس کے متعلق یہ فیصلہ سنایا گیا کہ "فمات میتۃ جاھلیۃ" اسلام نے ان تمام دروازوں کو سختی سے بند کر دیا جہاں سے انتشار واختلاف پیدا ہونے کے امکانات تھے، ارشاد ہوا کہ "فمن اراد أن یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان" یعنی جو شخص اس امت کا شیرازہ بکھیرنا چاہے اسکو تہہ تیغ کر دو خواہ جو بھی ہو، نیز فرمایا کہ "من أتاکم وأمرکم جمیع علی رجل واحد یرید أن یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ" یعنی جو شخص تمہاری وحدت واجتماعیت کو پارہ پارہ کرنا چاہے اس کے متاع حیات کو اس جرم کی پاداش میں تاراج کر دو

خداوندی نصرت وضمانت بھی اسی اجتماعیت سے وابستہ کی گئی ہے، زبان رسالت گویا ہوتی ہے "ید اللہ علی الجماعۃ" اور خود خدائے عزوجل سارے انسانوں کو اپنی ابدی کتاب میں اس کا حکم دیتا ہے۔

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا"

سطور بالا سے اس کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اسلام نے اتحاد باہمی کو کتنا اہم بالشان امر قرار دیا ہے، لیکن اتحاد اسلامی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سبھوں کا مسلک بھی ایک ہو ایک ہی امام کی تقلید کرتے ہوں اور انداز فکر بھی ایک ہو، افکار وآراء کا اختلاف اتحاد اسلامی کی روح کے منافی نہیں، صحابہ کرام کے درمیان مسالک ومذاہب اور افکار وآراء کتنے ہی مختلف تھے لیکن اس اختلاف کے باوجود وہ ایک اور صرف ایک تھے یعنی ان کا مقصد صرف ایک تھا، وہی ان کی ساری سعی وکوشش کا محور اور ان کی شبانہ روز کی سرگرمیوں کا مطمح نظر تھا — آج جو مسلمان طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہیں ان کا ایک بڑا سبب یہی باہمی اختلاف ہے علامہ اقبالؒ امت مسلمہ کے اسی باہمی اختلاف کا رونا رو رہے تھے، آج بھی ان کے شکایت بھرے اشعار ایک درس اور پیغام بن کر گونج رہے ہیں ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

آج اسی فرقہ بندی اور اجتماعیت کے فقدان نے امت مسلمہ سے بہت سے امور کی انجام دہی کی صلاحیت سلب کر لی ہے ہمارے جوانوں کی بہترین قوتیں پراگندہ اور ان کا شیرازہ منتشر ہے، اگر ہم آج پھر اپنے فروعی اختلاف سے قطع نظر مقاصد میں ایک ہو جائیں اور اجتماعی امور کو انجام دینے کی راہ میں اپنے شخصی اور ذاتی منافع قربان کر دیں تو یقینا ہمارے بہت سے الجھے اور پیچیدہ مسائل حل ہو سکتے ہیں ؎

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

قارئین تعمیر حیات سے

الحمد للہ کہ پندرہ روزہ تعمیر حیات حالات حاضرہ کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ عہد کے تقاضوں اور مسائل کے مد نظر اپنے قارئین کو مناسب ومفید غذا فراہم کرنے میں کوشاں ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ہمارے قارئین اس سے نہ صرف دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ ان کی پسند اور اس سے والہانہ تعلق کے خطوط برابر ملتے رہتے ہیں جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہوگی۔ لیکن تعمیر حیات چونکہ اس طرح کے خطوط شائع کرنا مناسب نہیں سمجھتا اس لیے وہ خطوط شائع نہیں کیے جاتے۔ بہر حال ادارہ تعمیر حیات اپنے ان قارئین کا بہت قدرداں ہے اور ان کی ان تحریروں سے کارکنانِ ادارہ تعمیر حیات کے حوصلے بڑھتے ہیں۔ جزاھم اللہ خیرا۔

ہم اپنے قارئین سے یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ موجودہ پرآشوب دور میں تعمیر حیات جیسے رسالوں کا جو روحانی غذا فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ دور جدید کے فتنوں سے آگاہ کرتے ہیں اور اعتدال وتوازن کی راہ دکھاتے ہیں، زیادہ سے زیادہ افراد اور گھروں تک پہنچانے کی کوشش کریں کہ یہ بھی ایک اہم دعوتی کام ہے تعمیر حیات کا ہر قاری اگر یہ فیصلہ کرے کہ اس کو تعمیر حیات کے لیے ایک خریدار ضرور بنانا ہے تو چند دنوں میں تعمیر حیات کی اشاعت دوگنا ہو جائے گی جس سے اس کے خسارہ میں بھی کمی ہوگی اور اس کے دعوتی مقصد کو بھی فائدہ پہنچے گا جو تعمیر حیات کے اجراء کا اصل محرک ہے۔

یاد رکھیے کہ یہ دور علم ومطالعہ کا دور ہے، اگر ہم اپنی نئی نسل کو صحیح ذہنی غذا مہیا نہیں کریں گے تو وہ اپنے اس جذبہ مطالعہ کی تسکین کے لیے غلط لٹریچر پڑھے گی اور اس کا یک طرفہ مطالعہ دین سے، اسوۂ نبوی سے، اپنے اسلاف کے کارناموں سے، اور امت کے سواد اعظم سے اس کا رشتہ کاٹ دے گا، خصوصا ہمارے ملک کے حالات جس رخ پر جا رہے ہیں اور ملک کے مستقبل کی جو تصویر بنائی جا رہی ہے وہ ہماری جدید نسل کے لیے نہایت بھیانک ہے، لہٰذا نئی نسل کو صالح غذا پہنچانا اور خود بڑوں کو سوچنے کا صحیح رخ دینا نہایت ضروری ہے اور خدا کا شکر ہے کہ تعمیر حیات اس کام کو مناسب طور پر انجام دے رہا ہے، لہٰذا اپنے قارئین سے اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لینے کی توقع بے جا نہ ہوگی۔ ہمارے بعض قارئین ایسے بھی ہیں جو وقتاً فوقتاً تعمیر حیات کو بطور تعاون رقم بھیجتے رہتے ہیں۔ ادارہ ایسے مخلصین کا بڑا قدرداں ہے۔ یہ حضرات اس تحریری شکل میں دعوتی کام میں حصہ لے کر عند اللہ ماجور ہو رہے ہیں۔

—ادارہ

ہمیں توقع ہے کہ اس اپیل کے بعد جدید خریداروں کے منی آرڈر ہماری ہمت اور حوصلہ کو بڑھائیں گے۔

وباللہ التوفیق

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

سوال :۔ قبر میں میت کو دفن کرتے وقت کچھ مال بھی دفن ہوگیا تو کیا اس قبر کو دوبارہ کھود سکتے ہیں یا نہیں ؟ (حسن)

جواب :۔ ہاں اگر میت کے ساتھ مال بھی دفن ہوگیا ہو تو قبر کو کھود کر اس میں سے مال نکال سکتے ہیں ×

سوال :۔ نماز جنازہ کے خاطر نفل نماز توڑ سکتے ہیں ؟

جواب :۔ نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو نماز میں شامل ہونے کی غرض سے نفل نماز توڑ سکتے ہیں مگر بعد میں نفل نماز کی قضا کرنا لازم ہے ×

سوال :۔ ایک شخص امام کے پیچھے فرض نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی ایک رکعت چھوٹ چکی تھی' اتفاق سے جب امام نے سلام پھیرا تب اس نے بھی بھول کر ایک طرف سلام پھیر دیا وہ اس کے بعد فوراً اٹھ کر اپنی نماز پوری کر سکتا ہے یا نہیں ؟ (ن)

جواب :۔ صورت مسئولہ میں اگر مقتدی کا سینہ قبلہ سے نہیں پھرا ہے اور فوراً نماز پوری کرنی شروع کردی ہے تو نماز درست ہو جائے گی اور سجدہ سہو بھی نہیں کرنا پڑے گا ×

سوال :۔ کیا زکوۃ کی رقم سے کسی لاوارث مردے کی تجہیز وتکفین کر سکتے ہیں ؟ (ر)

جواب :۔ نہیں زکوۃ کی رقم سے کسی لاوارث مردے کی تجہیز وتکفین کا انتظام کرنا درست نہیں ہے. کیونکہ زکوۃ کے ادائیگی کیلئے یہ ضروری ہے کہ مستحق زکوۃ کو بلا عوض مالک بنا دیا جائے اور تملیک یہاں ممکن نہیں ہے .

سوال :۔ شادی کے لئے کیسی لڑکی پسند کرنا چاہئے ؟

جواب :۔ عورت سے نکاح کرنے میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں. مال، جمال، حسب ونسب دینداری' لیکن شریعت ان مذکورہ اوصاف میں سے سب سے زیادہ دینداری کو ترجیح دیتی ہے (مسلم)

سوال :۔ کرکٹ کھیلنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ نفس کرکٹ جائز ہے کیونکہ اس سے جسم میں قوت پیدا ہوتی ہے بدن میں چستی آتی ہے' اور یہ باتیں شرعاً مطلوب ہیں، البتہ گھٹنے وغیرہ کھلے نہ ہوں نیز کوئی غیر شرعی لباس نہ پہنے ہوں نماز کے اوقات بھی نہ ہوں ورنہ یہ حکم باقی نہیں رہیگا

سوال :۔ ایک مسلمان زندگی سے عاجز آکر خودکشی کرے تو اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں ؟

جواب :۔ خودکشی کے گناہ کبیرہ ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے لیکن اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی البتہ اگر مذہبی پیشوا لوگوں کی عبرت کی خاطر نہ شریک ہوں تو اسکی گنجائش ہے مگر عوام نماز جنازہ ضرور پڑھیں .

بقیہ: عالم اسلام

فرانس میں اسلامی شعور بیدار ہو رہا ہے۔

اسلام کو فرانس میں زبردست فروغ ملا ہے. ملک میں ہر طرف مساجد نظر آنے لگی ہیں اور مسلمانوں میں اس قدر خود اعتمادی پیدا ہوگئی ہے کہ انہوں نے یہ مطالبہ شروع کردیا کہ فرانس کو اب جزوی طور پر ایک اسلامی ملک تسلیم کیا جائے .

وزیر داخلہ مسٹر چارلس پسکوا نے اپنے عملے کو ہزاروں مسجدوں والے اس انوکھے نئے فرانس پر ایک ایسی رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی ہے جس میں اسلام پسندوں کے اثرات کی تفصیل ← دی گئی ہو اخباروں اور نشریاتی ذرائع ابلاغ کو اسلامی فرانس کا پتہ اس وقت چلا جب اسلامی مطالعات کے ماہر اور سیاسی علوم کے پروفیسر مسٹر گلیلس کیپل کی ایک نئی کتاب منظر عام پر آئی .

"اسلامی مضافات" نام کی اس کتاب میں تقریباً ۳۰ لاکھ نفوس پر مشتمل اسلامی برادری کا جائزہ لیا گیا ہے جسے اکثر نسل پرستی کا نشانہ بنا پڑا ہے.

۱۵ برسوں سے تعداد میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا ہے البتہ اسلامی شعور تیزی سے بیدار ہو رہا ہے.

۳۲ سالہ مسٹر کیپل کا کہنا ہے کہ یہ بات اب بھی واضح نہیں ہے کہ فرانسیسی مسلمان آگے چل کر فرانسیسی معاشرے کے دھارے میں مدغم ہو جائیں گے یا محض ایک خارجی عنصر کی حیثیت سے انکے مختلف طبقوں میں داخل ہو جائیں گے لیکن یہ بات کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آنی چاہئے کہ فرانسیسی مسلمان یوں ہی غائب ہو جائیں گے .

اس کتاب کے بہت سے تبصرہ نگاروں کا دعوا ہے کہ مسلمانوں کا فرانسیسی معاشرے میں ضم ہونا ناگزیر ہے

ان کا کہنا ہے کہ فرانسیسی معاشرہ اور ثقافت اس قدر متنوع منفرد ہے کہ انتہائی کٹر مسلمان بھی بتدریج اس میں ضم ہو جائیں گے البتہ وہ افراد جن کا شیوہ ہر معاملے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنا ہے وہ مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں شامل ہو جانے کے نظریے کے حق میں ہیں۔ ان کی پیش گوئی یہ ہے کہ مسلمان ایسے ترجمانوں اور اداروں سے مل کر خود اپنی ایک ایسی "لابی" بنا لیں گے جو بالآخر حکومت سے اسلام کو اسی طرح تسلیم کرائے گی جس طرح کیتھولک پروٹسٹنٹ اور یہودیوں کو تسلیم کر لیا گیا ہے

یہ بات قرین قیاس ہے کیوں کہ ایک روادار مغربی معاشرے کی حیثیت سے فرانس آسانی سے اسلام کے خالصتاً مذہبی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے. اسے ایک مقام دینے پر تیار ہو جائیگا لیکن معاشرے کے اسلامی نظریے اور اس کی سیاسی پیچیدگیوں پر ایک طرح کی کشیدگی جنم لے رہی ہے.

فرانسیسیوں کی اکثریت ایک سیکولر مملکت کے حق میں ہے اور ملکی امور میں وہ ہر قسم کے مذہبی اثر ورسوخ کو مسترد کرتی ہے.

فرانسیسی مسلمانوں کی بڑی اکثریت کا تعلق شمالی افریقہ اور سیاہ فام افریقہ کے علاقوں کے ایسے مسلمانوں سے ہے جو ترک وطن کر کے کام کرنے کے لئے آئے تھے یا جن کے پاس فرانسیسی پاسپورٹ تھے .. بعض کا تعلق ترکی سے ہے اور مٹھی بھر ایسے بھی لوگ ہیں جو نسلاً فرانسیسی ہیں اور جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے

دیوجین پیکر تماؤ میں گرانڈ ماسک ڈی پیرس "نام کی مسجد میں قبلہ کی سمت رخ کر کے نماز ادا کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد سستے قسم کے کپڑوں میں ملبوس باہر سے آئے ہوئے کم حیثیت کے ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو زیادہ تر محنت مزدوری کرنے والے ہوتے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہیں . ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے کبھی بھی کسی اسکول میں نہیں پڑھا۔

خوشحال مسلمان بڑی پابندی سے نماز پڑھتے ہیں یا وہ کبھی بھی نماز پڑھنے نہیں آتے ہیں ، پھر بھی وہ نقد رقم مہیا کرتے ہیں اور اسلام کے پھلنے پھولنے میں ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔ مغربی پیرس کے فیشن ایبل علاقے میں عرب نژاد باشندوں کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے ۱۵ برسوں کے قلیل عرصے میں مسجدوں اور عبادت گاہوں کی تعداد پورے فرانس میں ایک درجن سے بڑھ کر ایک ہزار تک جا پہنچی ہے۔

فرانسیسی قانون کے تحت مجموعی طور پر ۶۲۵ر اسلامی جماعتیں یا تنظیمیں رجسٹرڈ ہیں ۔

مسلمانوں کی اس نئی نسل کے مبلغین اپنے اثرات کو مغرب کے جنگجویانہ رجحانات کے خلاف رواداری کی تلقین کرنے میں صرف کرتے ہیں لیکن ایسے چند ہی افراد ہوں گے جو اسلام کے خالص فرانسیسی شکل کو اجاگر کرتے ہوں مسٹر کیپل نے اپنی کتاب میں کئی سمتوں کی نشاندہی کی ہے ۔

پھر بھی انہوں نے یہ پیش گوئی کرنے سے احتراز کیا ہے کہ بالآخر جیت کس کی ہوگی ۔

مسلمانوں کو عیسائی معاشرے میں رہ کر انہیں روزمرہ کی زندگی میں نسل پرستی سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جس کی بنا پر ایسے بہت سے مسلمانوں کو اپنے مذہب میں سکون حاصل کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے ۔

مسٹر کیپل کی کتاب میں ایسے بہت سے انٹرویو دئے گئے ہیں جنمیں بتایا گیا ہے کہ بڑی عمر کے لوگوں کے وقار کے جذبے کی تسکین اسلام سے حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے اس جذبے کو اپنے بچوں تک پہنچانے کی پوری کوشش کرتے ہیں . نوجوان مسلمان اپنے مسلمان ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں . لیکن وہ اپنے یورپی طرز زندگی کو اسلام کے منافی نہیں سمجھتے ہیں ۔

ندوہ کے شب و روز

- جناب مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی کا خطاب
- جناب مولانا ابو العرفان خاں صاحب ندوی کا خطاب
- ملیشیا کے نائب سلطان شیخ ازلان کی ندوہ آمد.

اس بزم کی ہے ہر صبح حسیں
ہر شام ہے اس کی نورانی

لیکن اسکی صبح کا حسن اور شام کی نورانیت روشنی کی چمک دمک اور پر بہار وفرحت زا منظروں سے نہیں بلکہ باوقار علمی مجلسوں . ذہن کی تعمیر کے لئے وقتاً فوقتاً منعقد کئے جانے والے پروگراموں اور ان میں اہم عنوانات پر ماہرین فن وباکمال اساتذۂ کرام کی پر مغز علمی وتحقیقی اور فکری تقریروں کے دم سے قائم ہے، اس لئے تھوڑے تھوڑے عرصہ پر طلبائے ندوۃ العلماء کی سرگرم اور بامقصد انجمن "جمعیۃ الاصلاح" کی جانب سے تازہ عناوین پر کوئی علمی بزم منعقد کی جاتی ہے اور خوان علم کے ریزہ چین نشاط سے بھرپور سرور شوق کیساتھ حاضر ہو کر علم کے موتیوں سے اپنے جیب ودامن بھرتے ہیں ۔

مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی کا خطاب ۔

ندوۃ العلماء کے شعبۂ کلیۃ الشریعہ کی جانب سے ماہانہ مجلس مذاکرہ کا انعقاد ہوتا رہتا ہے. چنانچہ اس مرتبہ جناب مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ العالی نے "مسلمانوں کی تعمیر" کے موضوع پر ایک تحقیقی اور پر مغز مقالہ پڑھا، مقالہ بہت ہی قیمتی اور مفید تھا آپنے فرمایا کہ انسانی زندگی کی درستگی اور حسن اس کے تربیتی نظام پر قائم ہے قوموں کے عروج وزوال میں اس کا بنیادی حصہ ہے تربیت کے کام کو موجودہ زمانہ کے لحاظ سے تین پہلوؤں پر تقسیم کیا ، ایک عمومی رہنمائی اور تربیت جو گھر کے اندر اور باہر دونوں جگہ ہوتی ہے ۔ دوسرا پہلو تعلیمی نظام کے ذریعہ عمل میں لانے کا ہے اور تیسرا پہلو دیگر اطلاعات ونشریاتی ذرائع سے تعلق رکھتا ہے ، پھر آپنے ان تینوں پہلوؤں پر کھل کر تفصیل اور مثالوں کے ساتھ گفتگو کی اور اس کی اہمیت واضح کی اور بتایا کہ ذہنوں کو صحیح یا غلط رخ پر لگانے میں ان کا کیا اہم رول ہے ، پھر اخیر میں کام کی جانب توجہ دلاتے ہوئے پانچ نقاط پیش کئے جو حسب ذیل ہیں ۔

محمد فہیم اختر

(۱) حسب مقدور گھروں کے اندر ایسا ماحول بنانا کہ اس سے نئی نسل کے افراد اپنے مذہب اپنی ثقافت کا اولین درس ضرور حاصل کریں

(۲) جہاں تک گنجائش ہو اقلیتی تعلیم گاہیں نیز ضمنی مکاتب بکثرت قائم کئے جائیں. جہاں ضروری مضامین کی تعلیم ہو سکے،

(۳) معاشرہ کے مزاج ورنگ کو حتی الوسع اسلامی رکھنے کی کوشش ۔

(۴) دینی اور اسلامی مدارس اپنے نصاب کی تربیت میں اس کا خیال رکھیں کہ مسلمانوں کو اپنی زندگی میں جن امور سے سابقہ پڑتا ہے یا پڑ سکتا ہے انکے بارے میں ضروری اور بہتر سے بہتر معلومات حاصل ہوں ۔

(۵) صحافت ولٹریچر کی طرف توجہ کی جائے کیونکہ رائج الوقت صحافت ولٹریچر سے جو زبردست اثرات ذہنوں اور خیالات پر پڑ رہے ہیں ان کو ہم روک نہیں سکتے، لہٰذا ان کا متبادل مہیا کرنا ۔

مولانا ابو العرفان خاں ندوی مدظلہ العالی کا خطاب ۔

۱۸ر جمادی الاول ۱۴۰۸ھ کو بعد نماز مغرب جمالیہ ہال میں ایک بزم ترتیب دی گئی ، عنوان بہت ہی مناسب اور مفید تھا "آپ مطالعہ کیا ..... اور کیسے کریں" ۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہوتے ہی تشنگان علم وفن جلسہ گاہ کی جانب بڑھے ، شراب علم کی لذت انگیز کشاں کشاں لئے جا رہی تھی ، تھوڑی دیر میں ہال بھر چکا تھا ، صدر محترم کی تشریف آوری ہوئی اور ان کے اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتے ہی جلسہ کا آغاز کیا گیا ، ایک طالب علم نے قرآن کریم کی چند آیتوں کی تلاوت خوش الحانی کے ساتھ کی ، پھر امان اللہ منظری متعلم ندوہ نے بارگاہ رسالت میں اپنی کہی ہوئی نعت شریف پیش کی جسکا مقطع یہ تھا ۔

غلامی کر غلامان غلامان محمد کی ۔
یہ راہ حق نما ہے منظری کیونکر جوئی؟

اس کے بعد صدر محترم مولانا ابو العرفان خاں ندوی مدظلہ نے اپنے خاص لب ولہجہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ عام فہم اسلوب میں ایک بیش قیمت تقریر فرمائی ،

فرمایا کہ تعلیم وتعلم کے میدان میں دو چیزیں بہت ضروری ہیں ۔

(الف) اعتراف جہل (ب) دفع جہل ،

اعتراف جہل ہی وہ چیز ہے جو ہر آن جستجوئے علم میں سرگرداں اور جہد وکاوش کی راہ میں پیہم رواں دواں رکھتی ہے لیکن صرف اعتراف چنداں مفید نہیں بلکہ اپنی سیرت کی روشن جبیں سے اس بدنما داغ کو مٹانے کے لئے سرگرم عمل ہونے کی ضرورت ہے ،

قرآن کریم نے دفع جہل کے تین ذرائع بتلائے ہیں ، آیت کریمہ " ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر " سے یہ تینوں ذرائع معلوم ہوتے ہیں ۔

(۱) علم (ذاتی غور وفکر)

(۲) ھدی (کسی کے بتانے سے)

(۳) کتاب منیر (مطالعۂ کتب)

یہ تینوں ذرائع گویا تین مرحلے ہیں . ان میں جو ذریعہ سب سے اہم اور رائج ہے وہ ، 'ھدی' (کسی کی شاگردی اختیار کرنا) ہے ، گویا یہ پہلا مرحلہ ہے ، اب جب راستہ معلوم ہوگیا تو دوسرا مرحلہ "کتاب منیر" (ذاتی مطالعہ) کا آتا ہے کہ اپنے مطالعہ کے ذریعہ ذخیرۂ علم کو خوب خوب وسیع کرتا چلا جائے ، پھر تیسرا مرحلہ یہ آتا ہو کہ اپنے استاذوں اور ذاتی مطالعے سے جو چیزیں معلوم کی ہیں ان پر غور وخوض کرکے اپنے ذہن وفکر کی تعمیر کرے ، ان تینوں مرحلوں کے بعد ہی وہ وقت آتا ہے کہ صرف غور وفکر ہی کی بنیاد پر اہم موضوع پر مدلل گفتگو کرنا آسان ہو جاتا ہے

استاذ محترم کی یہ دلچسپ تقریر عشاء کی اذان تک جاری رہی ، طلبہ ہمہ تن شوق گوش بر آواز تھے کہ فضا میں مؤذن کی صدا گونجی اور حاضرین ان مفید معلومات کو اپنے ذہنوں میں سجائے دلوں میں بسائے ہال سے نکل کر مسجد کی طرف روانہ ہوگئے ۔

ملیشیا کے نائب سلطان شیخ ازلان کی ندوہ آمد

۲۵ر جمادی الاول کو شیخ ازلان کی ندوہ آمد تھی ، ندوۃ العلماء اور اس کے عظیم الشان کتب خانہ کی زیارت مقصود تھی شام کے پانچ بجے ان کی تشریف آوری ہوئی ، مغرب کا وقت قریب تھا ، کتب خانہ ندوۃ العلماء اور مجلس تحقیقات ونشریات کو دیکھا اور اسی وقت واپس تشریف لے گئے ۔

چند بہترین دینی کتابیں

تالیف :۔ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

قاموس القرآن : تمام الفاظ قرآنی کے معانی اور انکی مکمل صرفی ونحوی تشریح ، اہم الفاظ پر مستند مفسرین ومحدثین کے افادات کی روشنی میں جامع ومدلل نوٹ ، معارف قرآن کی مستند انسائیکلوپیڈیا ،
صفحات ۸۰۰ مجلد -/۳۵

بیان اللسان : تیس ہزار قدیم وجدید الفاظ کی عربی اردو ڈکشنری ، ہر لفظ کی مکمل تشریح مطابق ترتیب انگریزی ڈکشنریوں کے طرز پر ، آخر میں ضمیمہ الفاظ جدیدہ ، آفسیٹ کی اعلی طباعت
صفحات ۹۴۴ مجلد -/۵۰

سیرت طیبہ : سیرت نبوی پر ایک جدید مستند کتاب ، زبان سہل ، انداز بیان دل نشیں ، اہم واقعات پر قرآن کریم کی روشنی میں بصیرت افروز تبصرے ۔ مجلد -/۳۰

شہید کربلا : خلافت راشدہ کے عہد زرین پر جامع تبصرہ ، دشمنان اسلام کی سازشوں کی نقاب کشائی ۔ یزید کی ولی عہدی کی شرعی حیثیت ، شہادت امام حسینؓ کے جگر پاش مناظر حدیث وتاریخ کی روشنی میں ۔ مجلد -/۱۵

کلام عربی : آسان طریقہ پر عربی سکھانے والی بہترین کتاب ۔ -/۵

محصول بذمہ خریدار ، پتہ انگریزی میں بھی لکھیں ۔

MAKTBA ILMIYA QAZI STREET MEERUT (U.P.)

مکتبہ علمیہ قاضی منزل قاضی اسٹریٹ میرٹھ (یو.پی)